ازواج النبی (صلعم)

مؤلف: سید ظهور الحسن

ازواج النبی صلعم

جس میں

جناب سرور کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کے ازواج مطہرات کے پورے حالات و سوانح درج ہیں
اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ہر نکاح ایک نہ ایک مصلحت پر
مبنی تھا حضرت خدیجہ رض حضرت سودہ رض حضرت عائشہ رض
حضرت حفصہ رض حضرت زینب رض حضرت ام سلمہ رض حضرت
زینب بنت جحش رض حضرت ام حبیبہ رض حضرت جویریہ رض حضرت میمونہ رض حضرت
صفیہ رض سب کے جدا جدا حالات بوضاحت درج کیے گئے ہیں

مرتبہ

سید ظہور الحسن۔ قومی پریس دہلی کرہ نظام الملک

ملنے کا پتہ منشی فضل حسین تاجر کتب [illegible] دہلی
۱۳۴۷ھ بار دوم
قیمت ۱۰/

سید ظہور الحسن - قومی پریس دھلی - کٹڑہ نظام الملک زیر جامع مسجد دھلی

نذرِ سلطان

میں اپنی اس نئی کتاب کو

علیا حضرت صاحبۂ جاہ و جلال ملکۂ سراپا کمال و اقبال ہر ہائنیس
نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ زاد اللہ دولت،
ابد مدت سے معنون اور ممدوحہ محترمہ کی خدمت میں بکمال ادب
نذر کرتا ہوں اس لیے کہ جو نسائی کمالات اور خاتونہ خصوصیات
اعلیٰ الکمال کے ساتھ محتشم الیہا کی ذات ستودہ صفات میں جمع
ہو گئے وہ سوائے حضور عالیہ کے اور کسی کو اس نذرانہ کے قبول
کرنے کا مستحق نہیں ثابت کر سکتے۔ لہذا میں اس واجب الادب
نذرانہ کو اس حریم عفت کے سامنے پیش کر کے بہزاراں آرزو عرض پرداز
ہوں کہ ع۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

دعا گوئے دولت

سید ظہور الحسن موسوی مولف تاریخ دربار دہلی۔ قومی پریس کٹرہ نظام الملک

(صوبۂ دہلی)

عرض

جامع الکمالات و مصلح المسلمات

کتب سیر و تاریخ میں ازواج رسالت و امہات الامہ کے واقعات بیشک درج ہیں مگر کوئی ایسی خاص کتاب جس میں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے حالات مستقل طور پر لکھے اور خاص کوشش و جستجو سے ایک جگہ جمع کیے ہوں نہیں شائع ہو سکی

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محترم بیبیوں کے حالات بہترین نمونہ ہیں ہماری عورتوں کی زندگی کے لیے اُن نیک بیبیوں ہی کے واقعات سے مسلمان خاتونوں کو معلوم ہو سکتا ہے کہ عورت کے لیے دینداری و پرہیز گاری۔ عفّت و عصمت نیک نفسی و خدا ترسی کی زندگی کیسی ہوتی ہے اور جن نیک نفس معصوم و محترم بیبیوں کو خدائے تعالیٰ نے اپنے افضل الرسل و خاتم الانبیا پیغمبرؐ کی زوجہ مطہرہ بننے کے لیے منتخب کیا تھا اُن کی زندگیاں بر لحاظ خدا کی عبادت رسولؐ کی تبعیت۔ ماں باپ کی عزّت و حرمت اور شوہر کی اطاعت کرنے کے ہماری عورتوں کے واسطے بہترین سبق ہیں۔

آج کل تعلیم نسواں پر بہت زور دیا جا رہا ہے اور جس قدر لڑکیاں آج کل مدارس میں تعلیم پا رہی ہیں اُس کی عشر عشیر بھی دس برس پہلے نہیں پڑھتی تھیں۔ لیکن اگر تعلیم کے ساتھ اُنھیں وہی آداب اور سچّے اسلامی اخلاق و عادات نہ بتلائے گئے تو آیندہ زمانہ مسلمانوں کے لیے نہایت خطرناک ہوگا۔ اسی خیال سے میں نے محنت اور جستجو سے کام لیکے اُمّہات المومنین رضی اللہ عنہن کے دلچسپ اور سراپا نصیحت و ہدایت واقعات کو اس رسالہ میں مرتّب کر دیا۔ تاکہ تعلیم یافتہ بیبیاں اُنھیں پڑھ کے معلوم کریں کہ دینداری و عصمت شعاری کی زندگی کیسی ہوتی ہے ؟

ہندوستان کے مختلف صوبہ جات مردوں کی اخلاقی حالت میں جو باہمی اختلافات اور فرق ہی اُس سے بدرجہا زیادہ مختلف مقامات ہند کی عورتوں کی معاشرت میں ہے بلکہ عورتوں میں تو ایک ہی شہر کے مختلف خاندانوں اور گروہوں کے گھروں میں ایسا زمین وآسمان کا اختلاف نظر آتا ہے کہ دیکھنے والوں کو بے انتہا حیرت ہوتی ہی پھر اور پھر ان معاشرتی اختلافات میں اس قدر بے اعتدالی ہے کہ ایک خاندان اور سوسایٹی کی لڑکی دوسرے خاندان میں بیاہ جاتی ہے تو ہر چیز کو اپنے مذاق اور اخلاق کے بالکل برعکس پاتی ہی اور محض اس اختلاف معاشرت کی وجہ سے دنیا اسکے حق میں دوزخ بن جاتی ہی مثلاً بعض سوسائٹیوں میں شرم وحجاب اور اپنی خاندانی فضیلت پر جھوٹا ناز اس قدر بڑھا ہوا ہی کہ اُن میں اپنی شرافت وعصمت پیمبرزادیوں اور قرون اولی کی معصوم صفت بیبیوں سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی نظر آتی ہے اسکے مقابل بعض خاندانوں اور جماعتوں میں پاک دامنی کے ساتھ بیباکی وآزادی او شوخ چشمی اور زبان زوری اسقدر اعتدال سے زیادہ ہی کہ دیکھنے والے دانتوں سے انگلیاں کاٹنے لگتے ہیں۔ ان دونوں اور اسی طرح کے تمام مختلف المذاق طبقوں کی معاشرت کو اعتدال اور یکسانی ویکرنگی پر لانے والی بھی کتاب ہوسکتی ہی جو ایسی پاک بیبیوں کے حالات بتاتی ہے جن کی بزرگی اور اون کے قابل پیروی ہونے میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا ۔

علاوہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحوں پر عیسائی اور دیگر معاندین اسلام اعتراض کیا کرتے ہیں۔ اس کتاب میں اُن تمام اعتراضوںکا قطعی جواب دیا گیا ہے اور ثابت کردیا ہے کہ آپ پر نکاح کسی خاص ضرورت ومصلحت پر مبنی تھا۔ اور اون نکاحوں کی غرض خدا ترسی یکجہتی وترقی اسلام تھی نہ (معاذاللہ) نفسانی خواہش۔

بہرتقدیر یہ نہایت ہی ضروری کتاب ہے جسے ہر مسلمان کے زنانخانے میں ضرور رہنا چاہیئے۔

خاکسار سید ظہور الحسن موسوی مولف تاریخ دربار دہلی۔ دہلی کٹرہ نظام الملک

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

خدیجہ نام طاہرہ لقب ان کے والد خویلد قریش کے معزز قبیلے میں سے تھے اور فاطمہ بھی۔ ان کا شجرہ نسب باپ کی طرف سے اس طرح پر ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزےٰ بن قصیؔ۔ قصیؔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ کا نام ہے۔ اس صورت میں ام المومنین بی بی خدیجہ کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب سے جا ملتا ہے۔ ماں کی طرف سے اُن کا شجرہ نسب یوں ہے۔ خدیجہ بنت فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص۔ بن عامر لوی اس صورت میں ان کا سلسلۂ نسب دسویں پشت میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ نسب تک پہونچ جاتا ہے۔

اِس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ام المومنین خدیجہ نجیب الطرفین تھیں۔ انکا جناب پیغمبرؐ صاحب سے خاندانی تعلق ظاہر کرنے کی غرض سے خود پیغمبرؐ صاحب اور ام المومنین کا شجرۂ نسب ذیل میں درج ہوتا ہے۔

عدنان

نزار ــــــ معد

مضر ــــــ الیاس

خزیمہ ــــــ مدرکہ

کنانہ ــــــ نضر

فہر ــــــ مالک

غالب ــــــ لوی ــــــ عامر

کعب — معیص

مرہ — عبد

کلاب — حجر

عبدالعزیٰ ــــــ قصی — رواحہ

عبدمناف — ہرم

ہاشم — اصم

اسد — عبدالمطلب — زائدہ

خویلد — عبداللہ — فاطمہ

خدیجہ — محمدؐ رسول اللہ — خدیجہ
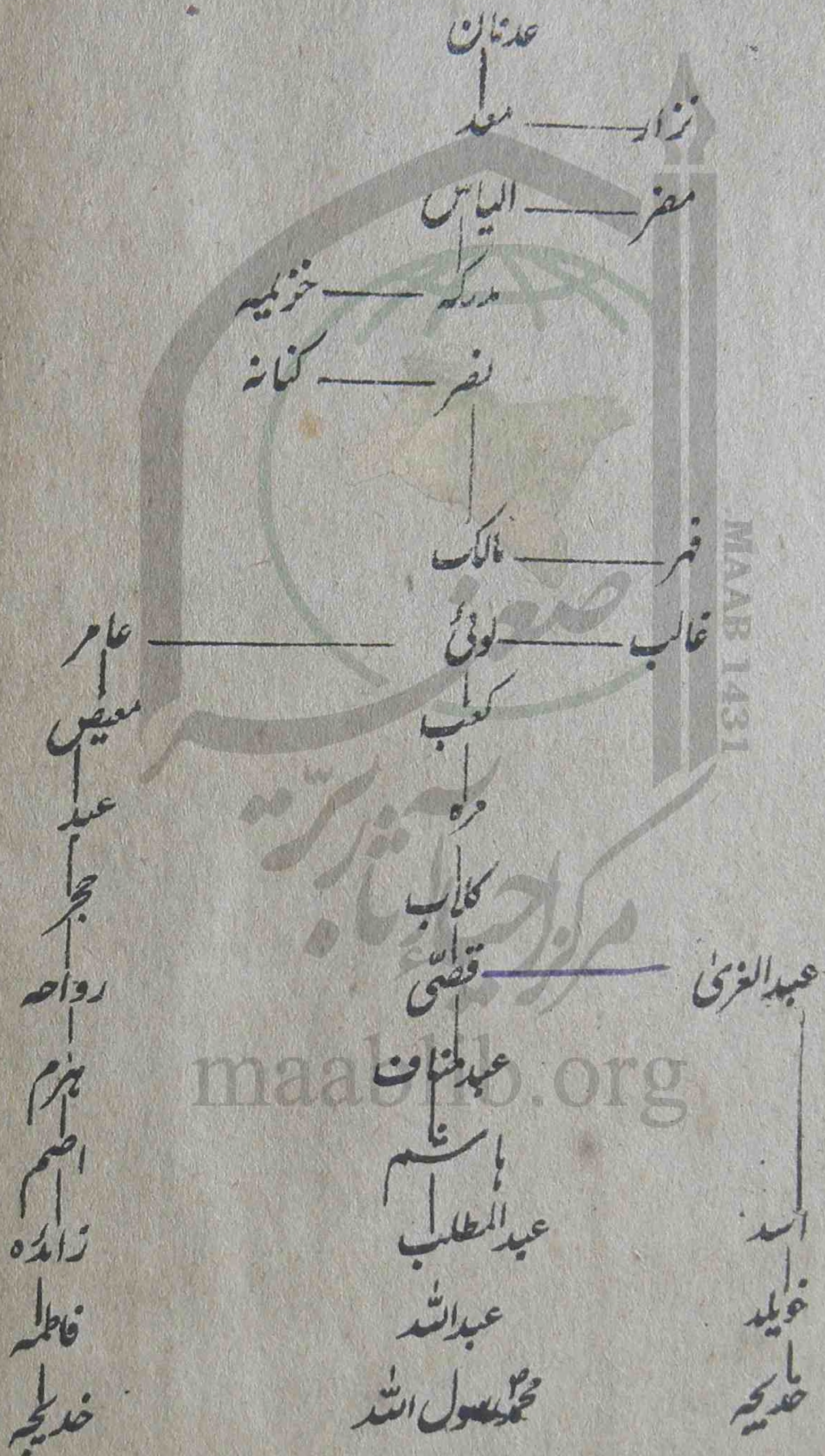
اِن کی ولادت ۵۵۵ء اور ۲۵ کسروی میں ہوئی۔ زمانہ جاہلیت میں جو زبوں حالت عرب کی تھی اور جو ناگفتہ بہ رسم و رواج اور بد اخلاقیاں ان میں رواج پذیر تھیں کس پر مخفی ہیں؟ مگر بی بی خدیجہ ابتدا ہی سے اس درجہ نیک نہاد اور عفت مآب بی بی تھیں کہ اُس تاریکی کے زمانے میں بھی طاہرہ کے لقب سے پکاری جاتی تھیں اور لوگوں نے بہ لحاظ سیادت و شرافت ان کو سیدۃ لنساء قریش کا گرانبہا تمغہ دیا تھا۔

ان کے والد خویلد تجارت کیا کرتے تھے۔ اور اسی تجارت کی بدولت انھوں نے لوگوں میں وہ نام پایا تھا کہ قریش کے معزز ترین قبائل بنی تیم اور بنی کعب میں عزۃ و وقعت اور امتیاز کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ قریش کا قبیلہ یوں بھی ایک بڑا معزز اور نامور قبیلہ تھا اور خویلد نسباً قریشی ہی تھے۔ مگر ان کی دیانت اور سچائی اور ایمانداری اور رحمدلی اور نیک کرداری اور مروت اور سب سے بڑھ کر تموّل اور تموّل کے ساتھ ایثار و بخشش نے ان کے نام کو اور بھی چمکا دیا تھا۔

زمانۂ اسلام سے پہلے خدیجہ کی پہلی شادی زرارہ تیمی کے بیٹے بناش سے ہوئی جو ابو ہالہ کے ساتھ زیادہ شہرت رکھتا تھا۔ اس سے بی بی خدیجہ کے ہاں دو لڑکے ایک ہالہ دوسرے ہند پیدا ہوئے۔ بناش تو زمانہ جاہلیت ہی میں مرگیا۔ مگر ہند پیغمبر صاحب کا زمانۂ نبوت پاکر صحابہ کے سلسلے میں داخل ہوا۔ حضرت علی رض کرم اللہ وجہہ کے فرزند اکبر حسن ان ہی سے روایت حدیث کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ یہ حدیث میرے حقیقی ماموں ہند نے مجھ سے بیان فرمائی ہے۔

ہند یوم الجمل میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ساتھ ان کے لشکر میں موجود تھے۔ اور اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ بناش کے مرے پیچھے بیبی خدیجہ کا

دوسرا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا۔ اور اُس سے ایک لڑکی کہ اُس کا نام بھی ہند تھا۔ پیدا ہوئی۔ ہند آخر میں ایک عرصہ تک جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار عاطفت میں پرورش پاتی رہیں۔ اور نبوت کے پہلے ہی سال پیغمبر صاحب پر ایمان لاکر صحابیات کے رجسٹر میں اپنا نام لکھوالیا۔ عتیق کے انتقال کے بعد بھی خدیجہ نے کچھ زمانہ بیوگی کی حالت میں بسر کیا۔ اور چونکہ اُن کے باپ خویلد اُس وقت بوڑھے اور کمزور اور تجارت کے بکھیڑوں سے الگ تاکر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ اب خود بھی خدیجہؓ نے تجارت کے کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اُس وقت ان کی تجارت ایک طرف یمن میں پھیلی ہوئی تھی اور دوسری طرف شام کے ملکوں میں گو بابل کے قرب وجوار اور بصرے میں بعض منڈیاں ایسی بھی تھیں۔ جہاں تجارت کی گرم بازاری تھی۔ لیکن ان دنوں شام کا ملک تجارت کا مرکز بن رہا تھا۔ اور اسی وجہ سے قریش کے تاجر سال میں ایک دفعہ ضرور تجارت کے لیے شام میں جایا کرتے تھے۔ بیبی خدیجہ بھی اپنے تجارتی سامان کے اونٹ وہاں بھیجتیں اور اپنے غلاموں اور ملازموں کو ان کے ساتھ کر دیتیں۔ یہ لوگ وہاں جاکر خرید و فروخت کرتے اور معتدبہ فائدہ حاصل کرکے لاتے۔ اور اس سے بی بی خدیجہ کو سال کے سال معقول آمدنی ہوتی تھی۔ اور کئی غلام مستقلاً ان کے لیے تجارت کرتے تھے۔ بایں ہمہ بی بی خدیجہ کو ایک معتبر سچے دیانت دار اور قابل آدمی کی ضرورت تھی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و دیانت اور امانت اور اخلاق کریمانہ کا شہرہ اُنھوں نے سُنا تو فوراً آپ کو بلا بھیجا ادھر پیغمبر صاحب کے چچا ابو طالب جن کی کفالت میں اس وقت تک پیغمبر صاحب تھے قحط و گرانی کی وجہ سے بہت مفلس ہو گئے تھے۔ اور ساتھ کثیر العیال بھی تھے۔ ابو طالب اس سے پہلے بھی کچھ ایسے دولتمند

نہ تھے مگر تجارت کے ذریعہ سے باہر ملکوں میں پھر پھرا کر کچھ کما لاتے تھے جس سے خود اُن کی اور اون کے اہل وعیال کی اور جناب پیغمبر صاحب کی خوش حالی کے ساتھ تو نہیں لشتم۔ پشتم زندگی بسر ہوتی تھی۔ اب ادھر تو سرمایہ نہونے کی وجہ سے ان کی تجارت تھک گئی تھی اور ادھر عیال بڑھ گئے۔ قرضہ کا بار سر پر الگ ہو گیا۔ آمدنی کم خرچ بہت۔ آخر ابو طالب نے مجبور ہو کر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ فرزند من! تم دیکھ رہے ہو کہ زمانہ مجھ پر کس قدر سختیاں کر رہا ہے جزیرہ عرب پر ہر چہار طرف قحط کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ اور لوگ دانے دانے کو پڑے ترس رہے ہیں۔ میرے پاس اب کچھ سرمایہ بھی نہیں رہا کہ تجارت کروں اور اُس سے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ پال سکوں۔ مصلحت یہ ہے کہ تمہاری قوم کے کچھ لوگ خدیجہ کی طرف سے تجارت کرتے ہیں اور ہر سفر میں انھیں ایک معقول رقم ہاتھ لگ جاتی ہے۔ چنانچہ اب کل پرسوں ہی میں قریش کا تجارتی قافلہ شام کے ملک میں جانے کو تیار ہے۔ اور خدیجہ بھی اپنے سامان کے اونٹ بھیجنے والی ہے۔ اگر تم خدیجہ کے پاس جا کر درخواست کرو تو مجھے قوی امید ہے کہ وہ ضرور تمہیں اس کام پر ملازم رکھ لیں گی اور عجب نہیں کہ بہ نسبت اوروں کے تنخواہ بھی زیادہ دیں۔ کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ اُنھیں ایک قابل اور امین آدمی کی ضرورت ہے۔ اور یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ خدیجہ کے کان میں تمہاری دیانت وامانت کا شہرہ پہونچ چکا ہے۔ اور تمہاری صفائی معاملات پر انھیں پورا بھروسہ ہے۔ اگرچہ مُلک شام کو تمہارا سفر میں جانا مجھے بہت شاق اور گراں گزرتا ہے لیکن مجبوری کی حالت میں سب کچھ گوارا کرنا پڑتا ہے۔ پیغمبر صاحب نے نہایت خموشی کے ساتھ اپنے چچا کی گفتگو سُنی اور خدیجہ کے پاس جا کر اظہار مدعا کیا۔ خدیجہ نے

یہ معلوم کرکے کہ پیغمبر صاحب تجارت کے کام میں اشتغال رکھنا چاہتے ہیں دلی مسرت ظاہر کی اور بہت سا مال اور اسباب دیکر اور اپنے غلام میسرہ کو آپ کے ہمراہ کرکے ملک شام کو روانہ کیا۔ چلتے وقت بی بی خدیجہ نے میسرہ کو بتاکید فہمائش کردی تھی کہ وہ کسی معاملہ میں پیغمبر صاحب کی رائے کے خلاف نہ کرے اور نہ آپ کی کسی بات پر نکتہ چیں ہو۔ ہاں جو واقعات و معاملات نظر سے گزرتے جائیں اپنے حافظے میں جمع کرتا جائے اور بے کم و کاست آکر بیان کردے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بی بی خدیجہ کی طبیعت اپنے دوسرے شوہر عتیق کے مرنے کے بعد دنیا سے بالکل اکتا گئی تھی۔ اور اس لیے وہ اکثر اوقات خانہ کعبہ میں جاکر عبادت میں مصروف رہتیں۔ اُس وقت کی کاہنہ عورتیں جو اس زمانہ میں بزرگ خیال کی جاتی تھیں ان کے پاس آمد و رفت کرتی تھیں یہ ان کی باتیں نہایت عقیدت مندی سے سنتیں۔ اور اُن کی بتائی ہوئی نیک باتوں پر عمل کرتیں۔ اُنھوں نے اُن سے یہ بھی سنا تھا کہ عنقریب پیغمبر آخر الزماں مبعوث ہونے والا ہے۔ اور مبعوث ہوگا بھی تو تمہارے قوم قریش سے مبعوث ہوگا۔ بی بی صاحبہ نے پیغمبر صاحب کے اخلاق حسنہ اور شمائل پسندیدہ کا شہرہ سنا تو ان کا ذہن فوراً اس طرف منتقل ہوا کہ شاید وہ شخص جس کی خبر کاہنہ دیتی ہیں۔ یہی ہو۔ اسی وجہ سے اُنھوں نے اپنے غلام میسرہ کو چلتے وقت یہ حکم فرمایا کہ وہ پیغمبر صاحب کے معاملات پر نظر رکھے۔ اور جو واقعات پیش آئیں اون کو بے کم و کاست آکر بیان کردے۔ اور غالباً اسی اُمید نے اُنھیں پیغمبر صاحب سے نکاح کرنے پر آمادہ کر دیا۔ ورنہ پیغمبر صاحب کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس نے ان کو آپ سے نکاح کرنے کی طرف مائل کیا ہو اور نہ اُنھیں دنیاوی دولت و وجاہت کی پرواہ تھی۔ چنانچہ کتب سیر میں

لکھا ہے کہ بی بی خدیجہ کے دوسرے شوہر عتیق مرے تو بہت سے قریش کے سرداروں کو یہ آرزو دامنگیر ہوئی کہ ان سے شادی کریں۔ کیونکہ متمول ہونے کے علاوہ حسن و خوبصورتی میں تمام قبیلہ قریش کی عورتوں سے ممتاز تھیں اور انتظام خانہ داری میں مشہور۔ لیکن اونھوں نے کسی شخص سے نکاح کرنا پسند نہیں کیا۔ اگرچہ ایک شخص نے تو ان کو یہاں تک توقع دلائی کہ مجھ سے نکاح کرنے پر راضی ہو جائیں تو کئی اونٹ مہر میں ادا کروں۔ لیکن انھوں نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔

غرض کہ پیغمبرؐ صاحب بی بی خدیجہ سے رخصت ہو کر قافلے کے ساتھ مکہ سے باہر نکلے۔ آپ کے چچاؤں بالخصوص ابوطالب نے سالار قافلہ کو وصیت کی کہ ذرا محمدؐ کی نگرانی کرتے رہنا اور ہر طرح کا فراز و نشیب اور معاملات کی اونچ نیچ بتاتے رہنا۔ کیونکہ ان کو سفر اور تجارت کے متعلق ابھی زیادہ تجربہ نہیں ہے۔ الحاصل یہ قافلہ مکے سے شام کی طرف روانہ ہوا اور منزل بہ منزل قیام کرتا ہوا شام کے متصل پہونچا۔ پیغمبرؐ صاحب یہاں پہونچ کر ایک راہب نسطوار کے جھونپڑے کے قریب ایک درخت کے سایہ میں اترے۔ راہب نے پیغمبرؐ صاحب کو درخت تلے بیٹھے دیکھا تو بی بی خدیجہ کے غلام میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ کہا اہل حرم کے ایک معزز سردار عبدالمطلب کا پوتا عبداللہ کا بیٹا۔ راہب بولا کہ یہ شخص عنقریب اس امت کا نبی ہونیوالا ہے۔ کیونکہ مقدس کتاب کی رو سے اس درخت کے تلے بجز نبی کے اور کوئی بیٹھ نہیں سکتا۔ میسرہ راہب کی یہ حیرت انگیز گفتگو سن کر خاموش ہو گیا۔ اب قافلہ شہر میں پہونچا۔ اور تاجروں نے خرید و فروخت شروع کر دی۔ جناب پیغمبرؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی بازار تشریف لے گئے۔ اور جس قدر سامان ساتھ

لے گئے تھے اچھے خاصے فائدے پر فروخت کر دیا اور شام کی عمدہ اور نفیس چیزیں
خرید کر وطن کی طرف لوٹے۔ سارے راستے میں آپ کا برتاؤ ہر شخص کے ساتھ
بزرگانہ اور خوش معاملگی کے ساتھ تھا۔ اور اسی وجہ سے میسرہ جان و دل سے
آپ کا مطیع تھا۔ جس وقت قافلہ مکے میں واپس آیا۔ پیغمبرؐ صاحب نے نقد
و اسباب جو کچھ ساتھ لائے تھے بی بی خدیجہ کے سپرد کر دیا۔ حساب لگانے
سے معلوم ہوا کہ اس سال ہر سال کی بہ نسبت اضعافاً مضاعفہ فائدہ حاصل
ہوا۔ میسرہ نے تمام حالات پیغمبرؐ صاحب کے بیان کیے۔ بی بی خدیجہ ایک طرف
جناب رسولِ خداؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات کی صفائی اور سچائی دیکھ کر
اور دوسری طرف میسرہ کی زبانی راہب کی پیشین گوئی سن کر بہت خوش
ہوئیں اور پیغمبرؐ صاحب کو اُن کی مقررہ اجرت سے دو چند دیا۔ بی بی خدیجہ
پیغمبرؐ صاحب کی دیانت اور حسن معاملت کا شہرہ تو پہلے ہی سُن چکی تھیں۔
اور اسی وجہ سے انھوں نے اپنے تجارت کے کام کو انجام دینے کے لیے آپکو
منتخب کیا تھا۔ لیکن اب راہب کا قصہ میسرہ کی زبان سے سن کر اُن کی
عقیدت بیحد ترقی کر گئی اور ان کو یقین ہو گیا کہ بیشک یہ کوئی معمولی آدمی
نہیں ہے۔ عجب نہیں کہ آخر کار نبوت کے معزز عہدہ سے سرفراز ہو۔ پس
یہی ایک عقیدہ تھا جس نے بی بی خدیجہ کو جناب پیغمبرؐ صاحب سے نکاح کرنے پر
آمادہ کر دیا اور اُنھوں نے اپنے دل میں قطعی فیصلہ کر لیا کہ جس طرح ہو سکے
پیغمبرؐ صاحب کو اس طرف توجہ دلائی جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے پیغمبرؐ صاحب کو
پیغام دیا کہ آپ کی شرافت و بزرگی اور صداقت و دیانت اور حسن اخلاق
و قابلیت نے مجھ کو اس بات پر آمادہ کر دیا ہے کہ میں اپنے تئیں آپ کے
نکاح میں دیدوں اور پھر میں کوئی غیر و اجنبی بھی نہیں ہوں۔ آپ سے

قرابت قریبہ رکھتی ہوں۔ یعنی آپ کے جدّ اعلیٰ قصیّ کے پوتے اسد کی پوتی۔ خویلد کی بیٹی ہوں۔ پیغمبرؐ صاحب نے یہ پیام پاکر اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کیا۔ بی بی۔ خدیجہ کوئی معمولی عورت تو تھی نہیں۔ بلحاظ نسب افضل نساء قریش تھیں۔ صورۃً شکل میں سب سے ممتاز تموّل و ریاست میں سب سے بہتر۔ ابوطالب نے پیغمبرؐ صاحب کو مشورہ دیا کہ ضرور خدیجہ سے نکاح کرلو۔ اس سے لوگوں کی آنکھ میں تمہاری عزّت و وقعت دوبالا ہوجائے گی۔ اور دنیاوی اسباب کے لحاظ سے تمہیں اس کام میں بڑی کامیابی ہوگی جس کو تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ علاوہ ازیں خدیجہ بجائے خود ایک بڑی ہوشمند اور صاحب فراست بی بی ہے اُس سے تمہیں بہت مدد پہنچے گی۔ پیغمبرؐ صاحب بی بی خدیجہ سے نکاح کرنے پر راضی ہوگئے۔ اور اپنے چچا ابوطالب اور حمزہ اور دیگر معززین قریش کو ساتھ لے کر بی بی خدیجہ کے مکان پر پہونچے اور خویلد کی ولایت سے نکاح ہوگیا۔ مگر مورّخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ بی بی خدیجہ کا نکاح ان کے چچا عمرو بن اسد نے اپنی ولایت سے کیا۔ کیونکہ ان کے والد خویلد اس سے پہلے مرچکے تھے۔ سیرۃ النبویہ میں پیغمبرؐ صاحب کے اس نکاح کے بارہ میں یوں لکھا ہے کہ پیغمبرؐ صاحب ملک شام کے سفر سے واپس آئے تو بی بی خدیجہ نے اپنی لونڈی۔ منیہ کی بیٹی نفیسہ کو پیغمبرؐ صاحب کی خدمت میں اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ آپ کو ان سے نکاح کرنے کی ترغیب دے۔ چنانچہ وہ پیغمبرؐ صاحب کے پاس گئی اور عرض کیا کہ آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ پیغمبرؐ صاحب نے فرمایا میرے پاس نہ تو کچھ سرمایہ ہی ہے۔ نہ کسی طرح کا سامان نکاح کروں تو کیونکر کروں۔ نفیسہ بولی کہ اگر میں کسی صاحب مال و جمال اور شریف بلکہ تمہاری ہی ہمقوم عورۃ سے تمہارا

نکاح ٹھہرادوں تو تمہیں کچھ عذر تو نہ ہوگا - فرمایا نہیں - مگر بتا تو دو کہ وہ کون ہے نفیسہ نے کہا - خدیجہ خویلد کی بیٹی - پیغمبرؐ صاحب نے فرمایا مجھے تو امید نہیں کہ خدیجہ مجھ جیسے مفلس آدمی کو پسند کرے - نفیسہ نے کہا اس کی ذمہ وار میں ہوں - اور اس کا سرانجام بھی میرے ہی متعلق ہے - آپ کچھ فکر نہ کریں - میں سب کچھ کرلوں گی -

نفیسہ کا بیان ہے کہ میں پیغمبرؐ صاحب سے رخصت ہوکر خدیجہ کے پاس گئی اور ساری گفتگو ان سے دوہرائی - خدیجہ نے مجھ سے کہا اچھا تو محمدؐ کو بلا لاؤ میں آئی اور پیغمبرؐ صاحب کو ساتھ لوائے گئی - خدیجہ نے پیغمبر صاحب سے کہا کہ مجھ کو آپ سے نکاح کرنے کی صرف اس لیے رغبت ہوئی ہے کہ آپ کے اخلاق نہایت ستھرے اور پاکیزہ ہیں اور صداقت و دیانت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے - پیغمبرؐ صاحب یہ سن کر اپنے چچا ابوطالب کے پاس گئے ان سے اس کا تذکرہ کیا وہ بہت خوش ہوئے - بی بی خدیجہ نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلا بھیجا - اور قبیلے کے معزز لوگوں کو جمع کیا - ابوطالب نے عمرو بن اسد کو بی بی خدیجہ کے نکاح کا پیام دیا اور عمرو نے فوراً منظور کرلیا - بیس اونٹ مہر کے تجویز ہوئے جو آپ کے چچا حمزہ نے ادا کر دیئے - ابوطالب نے روسائ مکّہ کے سامنے اس طرح خطبہ پڑھنا شروع کیا

الحمد للہ الذی جعلنا ذریۃ ابراہیم و زرع اسمٰعیل و ضئضئ معد و عنصر مضر و جعلنا حضنۃ بیتہ و سواس حرمہ و جعل لنا بیتاً محجوجاً و حرماً امناً و جعلنا الحکام علی الناس - ثم ان ابن اخی ہذا محمدؐ بن عبداللہ لا یوزن رجل الا رجح بہ شرفاً و نبلاً و فضلاً و عقلاً فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل و امر حائل و محمدؐ من قد عرفتم قرابتہ و قد خطب خدیجہ بنت خویلد و بذل لہا ما اجلہ و عاجلہ

کذا وھو اللہ بعد ہذا لہ نبا عظیم وخطر جلیل جیم۔

ابوطالب خطبہ پڑھ چکے تو بی بی خدیجہ کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے ایک مختصر سا مضمون اس طرح پڑھا۔

الحمد للہ الذی جعلنا کما ذکرت وفضلنا کما عدوت۔ فنحن ساذۃ العرب وقادتہا وانتم اہل ذالک کلہ لاتنکر العشیرۃ فضلکم ولا یرہ واحد من الناس فخرکم وشرفکم وقد رغبنا فی الاتصال بحبلکم وشرفکم فاشہدوا علی امعاشر قریش بانی قد زوجت خدیجہ بنت خویلد بن محمدؐ بن عبداللہ علی کذا۔

یہاں پہونچ کر ورقہ خاموش ہو گئے۔ ابوطالب نے کہا میں چاہتا ہوں کہ خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد بھی تمہاری شرکت قبول کریں۔ اس پر عمرو بن اسد بولے کہ معاشر قریش! تم گواہ رہو کہ میں نے خویلد کی بیٹی خدیجہ کو محمدؐ ابن عبداللہ کے نکاح میں دیا۔ پیغمبرؐ صاحب اور بی بی خدیجہ کی طرف سے ایجاب قبول ہوا۔ صناد ید قریش نے ابوطالب کو مبارکباد دی اور مجلس عقد برخاست ہوئی۔ بی بی خدیجہ نے پیغمبرؐ صاحب کو زنانخانے میں بلا کر کہا کہ اونٹ ذبح کر کے کھانا پکواؤ۔ پیغمبرؐ صاحب نے ایسا ہی کیا۔

اس وقت ام المومنین بی بی خدیجہ کی عمر چالیس برس کی تھی اور پیغمبرؐ صاحب کی ۲۵ برس کی۔ پیغمبرؐ صاحب کے ازواج کا شرف سب سے پہلے حضرت خدیجہ ہی کو حاصل ہوا۔ ان سے پہلے پیغمبرؐ صاحب نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اور یہی ایک ممتاز و مخصوص شرف ہے جس کی وجہ سے مورخین نے بی بی خدیجہ کو تمام ازواج مطہرات پر فضیلت دی ہے اور حق یہ ہے کہ وہ اس فضیلت کی مستحق تھیں بھی۔ انھوں نے اپنا تن من دھن سب پیغمبرؐ صاحب کی کامیابی اور مدد میں صرف کر دیا اور جب کبھی کسی طرح کی

تکلیف آپ کو مخالفین کی طرف سے پہونچتی تو بی بی خدیجہ ہی تسکین دیتیں اور طرح طرح سے ہمّت بندھاتیں۔

پیغمبر صاحب کی طبیعت تو شروع ہی سے از خود بُت پرستی اور لوازم بت پرستی سے متنفر تھی۔ بلکہ بت پرستی ان کی جڑ تھی۔ مگر جدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھتے تھے شرک اور بُت پرستی کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ اس وقت پیغمبر صاحب کے دل دردمند پر جو کچھ گزرتی تھی اُن ہی کا دل خوب جانتا ہوگا۔ وہ تو بی بی خدیجہ رضہ ہی ایسی فہمیدہ اور خدا شناس تھیں کہ پیغمبر صاحب سے اپنا درد بیان کرتے تو وہ ہر طرح پر ڈھارس بندھاتیں۔ اور نہایت دلسوزی سے تسلّی دیتیں۔ زمانہ بعثت سے کچھ پہلے پیغمبر صاحب کو ایک بڑی سخت مشکل پیش آئی کہ پیغمبری کے آثار جن کو ارہاصات کہتے ہیں مترتب ہو چلے تھے سیدھے سیدھے راستے چلے جا رہے ہیں کہ پتھر اور درخت سلام کرتے ہیں۔ آوازیں سنائی دیتی ہیں اور بولنے والا دکھائی نہیں دیتا۔ پیغمبر صاحب کو پہلے بھی واہمہ گزرا کرتا تھا۔ اب خیال ہونے لگا کہ کہیں میرے دماغ میں کسی طرح کا فتور تو نہیں ہو گیا۔ اس موقع پر بی بی خدیجہ رضہ نے پیغمبر صاحب کو زیادہ پریشان دیکھ کر ایک ایسے پیرایہ میں موانست و ہمدردی کا اظہار کیا کہ پیغمبر صاحب کی ساری پریشانی یک لخت دور ہو گئی۔

پیغمبر صاحب کی عمر ۴۰ برس سے متجاوز ہوئی تو نبوّت کا جگمگاتا ہوا تاج عطا ہوا۔ نبوّت سے کچھ دنوں پہلے پیغمبر صاحب کو خلوت بہت پسند تھی باوجود خانہ داری کے کئی دن کی قوت لایموت گھر سے لیجا کر شہر سے باہر تین میل کے فاصلے کے قریب حرا پہاڑ کے غار میں دن رات اکیلے بیٹھے ہوئے عبادت الٰہی میں مستغرق رہا کرتے تھے۔ آخر کار خدا کی زبردست نشانی یعنی جبریل عم فرشتے

اپنی اصلی صورت میں آپ کے پاس آئے اور تاج مبارک سر مبارک پر رکھکر چلے گئے۔ پیغمبر صاحب خدا کے فرشتے کو دیکھکر ڈر گئے۔ اور تھراتے کانپتے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا مجھے گرم کپڑا اُڑھاؤ۔ بی بی خدیجہ نے آپ کو چادر اُڑھا دی۔ اور طبیعت میں کچھ سکون ہوا۔ تو پوچھا کیا حال ہے۔ پیغمبر صاحب نے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور فرمایا مجھے اپنے نفس پر خوف آتا ہے۔ بی بی خدیجہ نے دلسوزی کے لہجے میں آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ کہ خدا سے بہت بعید ہے کہ آپ جیسے سچے امانت دار نیک دل مہربان خیر خواہ خلائق بہمہ صفات موصوف شخص کو ضائع ہونے دے۔ تم خدا سے ڈرتے۔ رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتے محتاج و مسکین کو صدقہ تو دیتے ہو۔ تم جیسے شخص کو خدا کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اِس کے بعد بی بی خدیجہؓ پیغمبر صاحب کے مزید اطمینان کے لئے آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں ورقہ صحف سماوی تورات انجیل وغیرہ لکھتے پڑھتے رہا کرتے تھے۔ پیغمبر صاحب نے سب حالات بیان کیے۔ تو انہوں نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا۔ کہ آسمانی کتابوں کی رو سے ایک پیغمبر کی آمد کا وقت آگیا ہے اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ وہ پیغمبر موعود تم ہی ہو۔ خدا تعالےٰ تمہیں نبوۃ سے سرفراز فرمائے گا اور تمہاری قوم تم کو تمہارے وطن سے نکال باہر کرے گی کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا۔ تو تمہارا ساتھ دیتا۔ اور پوری قوت کے ساتھ تمھاری مدد کرتا۔ ورقہ کی اس گفتگو سے پیغمبر صاحب کی حیرت کچھ بشارت سے مبدل ہو گئی۔ اور آپ فرحاں و شاداں بی بی خدیجہ کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے۔ کہ پیغمبر صاحب نے غار حرا کی کیفیت

بی بی خدیجہؓ سے بیان کی۔ تو وہ آپ کو گھر میں چھوڑ کر ورقہ کے پاس گئیں۔ اور جو کچھ پیغمبر صاحب سے سُنا بیان کیا۔ ورقہ کی زبان سے بیساختہ نکلا۔ قدوس قدوس پھر کہا۔ خدیجہ قسم خدا کی۔ اگر یہ امر واقعی ہے۔ تو محمدؐ کے پاس اسی ناموس اکبر کا نزول ہوا۔ جس کا موسےؑ پر ہُوا تھا یعنی وُہ خدا کا امین فرشتہ جبرئیل ہے۔ اور محمدؐ اس اُمت کا نبی۔ تو تم محمدؐ سے کہو۔ کہ گھبراؤ نہیں۔ ثابت قدم رہو۔ بی بی خدیجہ نے گھر واپس آکر پیغمبر صاحب سے بیان کیا۔ اور اس سے آپ کو بہت کچھ تسلی ہوئی۔ اس کے بعد خود ورقہ پیغمبر صاحب سے ملے۔ اور کہا بھتیجے جو واقعات تم نے آنکھ سے دیکھے کان سے سُنے۔ سب مجھ سے بیان کرو۔ پیغمبر صاحب نے اپنی ساری سرگزشت ورقہ سے دوہرائی۔ تو انہوں نے کہا۔ محمدؐ! قسم خدا کی تم اس امت کے نبی ہو۔ اور جو غار میں تمہارے پاس آیا تھا۔ خدا کا فرشتہ جبرئیل ہے۔

اِس سے پہلے بی بی خدیجہ پیغمبر صاحب کو عداس کے پاس بھی لے گئی تھیں۔ یہ شخص نصرانی تھا نینوہ کا رہنے والا راہب اور مسن کہ بڑھاپے کی وجہ سے بھنویں آنکھوں پر گر پڑی تھیں۔ بی بی خدیجہؓ نے کہا۔ عداس! میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں اور پوچھتی ہوں۔ کہ تیرے پاس جبرئیل کی بھی کوئی خبر ہے۔ یعنی جبرئیل کا کچھ تذکرہ آسمانی کتابوں میں بھی ہے کیونکہ مکے اور نہ صرف مکے بلکہ سارے جزیرہ عرب میں یہ لفظ نامانوس ہے۔ عداس نے کہا۔ کہ قدوس قدوس اِس سرزمین میں جہاں کے باشندے مُشرک اور بُت پرست ہیں۔ جبرئیل نام کیسا۔ بی بی خدیجہؓ نے کہا۔ میں جو بات پوچھتی ہوں۔ اِس کا جواب دینا چاہئے۔

کہا جبرئیل خدا کا امین ہے۔ خدا میں اور اس کے پیغمبروں میں اور یہی موسٰے اور عیسٰے کے پاس آیا کرتا تھا۔ اب بی بی خدیجہ نے پیغمبر صاحب کا سارا واقعہ عداس سے بیان کیا۔ اس نے کہا خدیجہ! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ شیطان آدمی کے پاس آکر اُسے عجیب و غریب باتیں معلوم کراتا ہے۔ تم میرا یہ خط محمدؐ کے پاس لے جاؤ اگر وہ مجنوں یا آسیب زدہ ہیں تو اچھے ہو جائیں گے۔ اور نبی ہیں تو اُن کو اس سے کچھ مضرت نہیں پہنچے گی۔ بی بی خدیجہ گھر آئیں۔ تو جبرئیلؑ پیغمبر صاحب کو ذیل کی آیتیں بآواز بلند پڑھا رہے تھے۔ ن والقلم وما یسطرون ٥ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ٥ وان لک لاجرا غیر ممنون ٥ وانک لعلی خلق عظیم ٥ فستبصر ویبصرون ٥ بایکم المفتون ٥۔ خدیجہ یہ آیتیں سُنکر بہت خوش ہوئیں۔ اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میرے ساتھ عداس کے پاس تشریف لے چلئے۔ پیغمبر صاحب عداس کے پاس گئے۔ تو اُس نے پشت پر سے کپڑا اُٹھایا۔ اور مُہرِ نبوت کو دیکھکر سجدے میں گر پڑا۔ اور پکار کر لگا کہنے قسم خدا کی کہ تم ہی وُہ نبی ہو۔ جس کی موسٰے اور عیسٰے بشارت دے گئے ہیں۔

الغرض جس قدر اسلام اور پیغمبر اسلام کی مدد بی بی خدیجہؓ نے کی اتنی کسی نے نہیں کی۔ ان کی ثابت القلبی اور مستقل المزاجی نے ایسے نازک وقت میں پیغمبر صاحب کی ہمت بندھائی۔ جبکہ وُہ سب طرف سے مایوس ہو چکے تھے۔ وہ پیغمبر صاحب کی کامیابی میں ایک نہایت قوی اور زبردست بازو تھیں۔ اور ہر وقت ایک بڑے مستعد و مددگار کی طرح آپ کی

مدد کے لئے تیار رہتی تھیں وہ سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں۔ اور سب سے پہلے آپ کے حکم کی تعمیل بجا لائیں اور اُس تائید ام المومنین بی بی عائشہ رضؓ کی اس حدیث سے خوب ہوتی ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں۔ کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بی بی خدیجہ کی وفات کے بعد جب گھر میں تشریف لاتے خدیجہ رضؓ کا ذکر کرکے ان کی بہت کچھ تعریف کرتے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ نے معمول کے مطابق ان کی تعریف کرنی شروع کی مجھے رشک آیا میں نے کہا۔ وہ تھیں کیا ایک بوڑھی بیوہ عورت تھیں خدا نے آپ کو ان کی عوض ان سے بہتر بیوی عنایت کی۔ یہ سُنکر پیغمبر صاحب کا چہرہ مارے غصے کے تمتما اُٹھا۔ اور لگے فرمانے۔ کہ خدا کی قسم اُن سے اچھی بیوی مجھے نہیں ملی۔ وہ ایمان لائی تھیں۔ جبکہ سب لوگ کافر تھے اُنھوں نے میری تصدیق کی تھی جبکہ سب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے۔ اُنھوں نے اپنے دھن مال کو مجھ پر فدا کر دیا تھا۔ جبکہ سب لوگوں نے مجھے محروم کیا خدا نے ان کے بطن سے مجھے اولاد دی۔ اور کسی بیوی سے اولاد نہیں ہوئی بی بی عائشہ رضؓ کہتی ہیں۔ میں نے اُس روز سے اپنے دل میں عہد کر لیا کہ اب سے پیغمبر کے سامنے کبھی ایسی بات نہ کہونگی۔

پیغمبر صاحب کا یہ حال تھا کہ وہ بی بی خدیجہ رضؓ پر پورا بھروسہ رکھتے تھے اور تمام معاملات میں ان سے مشورہ لیتے۔ اور نہ صرف مشورہ لیتے بلکہ اُنکے مشورے کے مطابق عمل کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ بی بی خدیجہ رضؓ کے انتقال سے پیغمبر صاحب کو اس قدر رنج پہنچا۔ کہ ان کے بعد اگر بیوی عائشہ آپ کے نکاح میں نہ آتیں۔ تو اُس رنج کی کچھ بھی تلافی نہ ہوتی۔ جب تک بی بی

خدیجہؓ زندہ رہیں۔ مخالفین کو پیغمبر صاحب کی ایذا رسانی اور زیادہ تکلیف دہی پر جرأت نہ ہوئی۔ اُن کا انتقال ہونا تھا۔ کہ چاروں طرف سے مصیبتوں کا پہاڑ ان پر ٹوٹ پڑا۔ ان کا انتقال نبوت کے دسویں سال یعنی ہجرت سے تین سال پیشتر رمضان کے مہینے میں۔ اور مکے کے مشہور قبرستان حجون میں دفن ہوئیں۔ خدیجہؓ کے نکاح کے حالات جو ہم نے سیر اور احادیث کی کتابوں سے چھانٹ کر لکھے ہیں اور وہ سب واقعات نفس الامری ہیں اور ان میں کوئی بات ایسی نہیں کہ کوئی بدگمان ان کی نسبت پیران نے پرند مریداں مے پرانند کا اشتباہ کر سکے۔ ان حالات سے دوست دشمن ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ پیغمبر صاحب اور بی بی خدیجہؓ دونوں کو صرف تقاضائے دینداری نکاح کا محرک ہوا۔ حالات میں ایک ہی بات ہے خدیجہؓ کے غلام میسرہ کا نسطورا راہب سے اور خدیجہ کو ورقہ بن نوفل اور عداس سے معلوم کرنا کہ پیغمبر صاحب ہی پیغمبر موعود ہیں سو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اس سے تو کسی کو انکار نہیں کہ توراۃ اور انجیل دونوں میں خدا کا وعدہ تھا۔ کہ میں ایک پیغمبر بھیجوں گا اُس وقت سے لوگ اپنی اپنی جگہ خیال دوڑا رہے تھے۔ اگر نسطور راہب اور ورقہ بن نوفل اور عداس نے پیغمبر صاحب کو پیغمبر موعود سمجھا۔ تو اس میں تعجب کی کیا بات تھی۔ ایک نسطورا اور ایک ورقہ اور ایک عداس نے کیا سمجھا ایسے ایسے سینکڑوں لاکھوں۔ کروڑوں نے سمجھا۔ خدیجہؓ کے نکاح کے بارے میں پیغمبر صاحب تکبیر کا اعتراض وارد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ آپ کا پہلا نکاح تھا۔ اعتراض کریں نہ کریں وُہ لوگ جو سرے سے زن و فرزند کے تعلقات کو خلاف شان پیغمبری سمجھتے ہیں۔ تو اس کا

جواب جعلنا لہم ازواجاً و ذریۃً خود قرآن میں موجود ہے۔ ہم تو سوائے حضرت مسیح علیہ السلام کے کسی پیغمبر کو نہیں پاتے۔ جو زن و فرزند کے تعلقات سے پاک و صاف رہا ہو۔ اور حضرت مسیح نے بھی ان تعلقات سے بری رہنے کی امت کو تعلیم نہیں دی۔ ہاں خود تجرید کی زندگی بسر کرکے اپنا نمونہ بے تعلقی کا دکھا دیا۔ کہ یہ بھی ایک طرح کی تعلیم ہے۔ تو ان کی زندگی ہی کیا تھی ۳۲ برس۔ بنی اسرائیل کی مخالفتوں سے انکو نکاح کا خیال نہ آیا ہوگا۔ اور آیا ہو اور ان کی رہبانیہ کی تعلیم منظور رہی ہو۔ تو اس کا جواب عیسائی دیں کہ حضرت مسیح نے کیوں حکمۃ الٰہی کا ابطال کرنا چاہا۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں سات اولادیں چار صاحبزادیاں تین صاحبزادے بایں تفصیل پیدا ہوئیں۔ زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ فاطمۃ الزہرا۔ قاسم طاہر۔ عبداللہ۔ پیغمبر صاحب نے قاسم کے نام پر اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی تھی۔ صاحبزادوں میں سے سب سے عمر میں بڑے قاسم تھے اور صاحبزادیوں میں زینب۔ یہ چاروں صاحبزادیاں اور تینوں صاحبزادے پیغمبر صاحب کے زمانہ بعثت سے پیشتر ہی پیدا ہو چکے تھے۔ بلکہ تینوں صاحبزادے تو نبوۃ سے پہلے ہی وفات بھی پا گئے تھے۔ ہاں صاحبزادیوں نے نبوت کا عہد مبارک پایا اور سب مشرف باسلام ہوئیں۔ بی بی زینب جو سب بہنوں میں بڑی تھیں پیغمبر صاحب کے نکاح کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ یعنی ان کی ولادت کے وقت پیغمبر صاحب کی عمر شریف تیس برس کی تھی۔ ان کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے ہوا جو بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے تھے۔ بی بی زینب کے یہاں ابوالعاص سے

ایک صاحب زادے علی نام اور ایک صاحبزادی امامہ پیدا ہوئیں علی بلوغ کے قریب پہنچکر انتقال کر گئے۔ اور امامہ جوان ہوکر فاطمۃ الزہرا کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے بیاہی گئیں۔ لیکن جب امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے شہادت پائی تو امامہ کا دوسرا عقد مغیرہ بن نوفل بن حارثؓ سے ہوا۔ اور ان سے ایک فرزند رشید یحییٰ نام پیدا ہوئے۔

بی بی رقیہ اور بی بی ام کلثوم کا پہلا عقد پیغمبر صاحب کے چچا ابولہب کے بیٹوں اور عتبہ اور عتیبہ سے ہوا اور پھر دونوں صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفانؓ کے عقد میں آئیں۔ یعنی پہلے بی بی رقیہ اور ان کے انتقال کے بعد بی بی ام کلثوم عثمانؓ سے بیاہی گئیں حضرت عثمانؓ کے یہاں بی بی رقیہ سے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے۔ اور چھ برس کی عمر کو پہنچکر انتقال کر گئے۔ حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ ان ہی سے مشہور ہوئے بی بی ام کلثوم سے کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی۔

پیغمبر صاحب کی چوتھی صاحبزادی فاطمۃ الزہراؓ آپ کے چچازاد بھائی علی بن ابی طالب سے بیاہی گئیں اور ان سے تین صاحب زادے حسن، حسین، محسن رضی اللہ عنہم اور دو صاحب زادیاں ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔ محسن تو حالت رضاعت ہی میں انتقال کر گئے۔ اور حسنؓ و حسینؓ بڑے ہوکر صاحب اولاد ہوئے۔ حسنؓ نے آخر میں زہر کے صدمے سے وفات پائی۔ اور حسینؓ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ بڑی صاحب زادی ام کلثوم کا پہلا عقد حضرت عمر بن الخطابؓ سے ہوا۔ ان سے ایک صاحبزادے

اور ایک صاحبزادی رقیہ پیدا ہوئیں۔ حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد بی بی ام کلثوم کا دوسرا عقد عون بن جعفر سے اور ان کے انتقال کے بعد تیسرا عقد محمدؐ بن جعفر سے ہوا۔ حضرت فاطمہ رضؓ کی دوسری صاحبزادی بی بی زینب کی شادی عبداللہ بن جعفر سے ہوئی۔ ایک لڑکا علی نام پیدا ہوا۔ جو کم سنی ہی میں انتقال کر گیا۔

ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام سودہ باپ کا نام زمعہ یہ بھی قریش ہیں اور چونکہ ان کا سلسلہ نسب عامر بن لوئی تک پہنچتا ہے اس سے عامریہ کہلاتی تھیں پیغمبر صاحب کا شجرہ نسب دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ یہی سودہ کا سلسلہ پیغمبر صاحب کی نویں پشت میں عامر بن لوئی سے جا ملتا ہے ان کی ماں کا نام شموس تھا اور بیٹی تھیں قیس کی قیس عدی بن النجار کے قبیلے میں تھا جو اس زمانہ میں قریش کے برابر تو نہیں مگر قریش کے علاوہ اور تمام قبائل عرب میں امتیاز کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

بی بی سودہؓ حضرت خدیجہؓ کی طرح نہ تو چنداں مالدار ہی تھیں نہ حسن و صورت ہی کی وجہ سے کوئی ممتاز درجہ رکھتی تھیں ان کو جس چیز نے قبائل قریش کی عورتوں میں فضیلت و بزرگی کی عام شہرت دے رکھی تھی وہ انکی خوش خلقی اور نیک کرداری تھی

جب بی بی خدیجہ رضؓ کا انتقال ہوا تو خولہ نے بی بی عائشہ سے پیغمبر صاحب کا نکاح کرا دیا لیکن چونکہ بی بی عائشہ رضؓ اس وقت نہایت کم سن یعنی صرف چھ سال کی تھیں اور جناب پیغمبر صاحب کو خانہ داری کے انتظام اور لڑکیوں کی غور پرداخت کے لیے ایک منتظم اور سلیقہ شعار اور مدبر اور معمر عورت کی ضرورت تھی اس لیے اس کے چند ہی روز بعد آپ نے سودہ سے نکاح کیا

مؤرخ ابن اثیر نے اس نکاح کی کیفیت اس طرح لکھی ہے کہ پیغمبر صاحب کو بی بی خدیجہؓ کے انتقال سے جو صدمہ اور رنج ہوا تھا، بیان نہیں خولہ نے آپکی یہ حالت دیکھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ فرمایا کس سے کروں عرض کیا چاہیں تو کواری سے کریں چاہیں دُہاجن سے۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کواری کون ہے اور دُہاجن کون عرض کیا کواری تو عائشہ ہے آپکے دوست ابوبکر صدیق کی بیٹی اور دُہاجن سودہ زمعہ کی بیٹی پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ دونوں سے درخواست کرو۔ خولہ سودہ کے پاس گئیں تو بولیں تمہیں مبارک ہو خدا نے تمہارے لیئے بہتری اور برکت کے سامان مہیا کر دیے ہیں۔ بی بی سودہ نے پوچھا کہ وہ کیا، کہا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور اپنے واسطے تمہاری درخواست کی ہے بی بی سودہ بولیں کہ خولہ مجھے یہ پیام بطوع خاطر منظور ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ تم میرے باپ کے پاس جاکر اس کا ذکر کرو۔ خولہ زمعہ کے پاس گئیں اور سودہ سے پیغمبر صاحب کے نکاح کا پیام دیا۔ زمعہ نے کہا خولہ بات تو بہت اچھی ہے مگر تمہاری ہیلی سودہ کی کیا رائے ہے خولہ نے کہا وہ بخوشی منظور کرتی ہیں زمعہ نے کہا تو اچھا سودہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ خولہ ان کو اپنے ساتھ لوا لے گئیں تو زمعہ نے کہا بیٹا سودہ، محمد بن عبداللہ نے تم سے اپنے نکاح کا پیام بھیجا ہے۔ میرے نزدیک تو بات بہت اچھی ہے کیا تم بھی میری رائے سے اتفاق کرتی اور محمد بن عبداللہ سے نکاح کرنے کو پسند کرتی ہو۔ سودہ نے کہا ہاں۔ زمعہ نے کہا خولہ تم ان کو بلا لاؤ۔ پیغمبر صاحب تشریف لے گئے اور زمعہ نے بی بی سودہ کا آپ سے نکاح کر دیا ان کا بھائی عبد بن زمعہ حج کو گیا ہوا تھا وہاں سے واپس آیا تو یہ خبر سنکر سر پر خاک اُڑانے لگا لیکن جب مشرف با سلام ہوا تو افسوس سے کے

ساتھ بار بار کہتا تھا کہ جس روز میں نے یہ خبر سُنی کہ سودہ کا پیغمبر صاحب سے نکاح ہو گیا سر میں خاک ڈالی تھی میں اُس روز بڑا احمق اور جاہل تھا اور درحقیقت میرے سر سے عقل جاتی رہی تھی بی بی سودہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر اپنے چچازاد بھائی سکران بن عمر کے نکاح میں تھیں سکران اگرچہ ابتدا میں قریش کا ہم آہنگ تھا اور قریش جو پیغمبر صاحب کا قبیلہ تھا ہی سب سے زیادہ آپ کا دشمن بھی تھا لیکن خدا کی ہدایت و توفیق سے مسلمان ہو گیا تھا اس کے انتقال کے بعد پیغمبر صاحب نے سودہ رضؓ سے نکاح کر لیا سکران کا انتقال ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ برس پہلے ہوا اور سودہ رضؓ کا نکاح پیغمبر صاحب سے ہجرت مدینہ سے تین برس پہلے۔

جب تک پیغمبر صاحب کے چچا ابوطالب اور بی بی خدیجہ رضؓ زندہ رہے کفار مکہ پیغمبر صاحب کا کچھ نہ کر سکے نو مسلموں کو وقت بے وقت جسمانی تکلیفیں پہنچا رہے تھے لیکن ان دونوں کا مرنا تھا کہ کفار کی طرف سے تکلیفوں کا پہاڑ خود پیغمبر صاحب اور آپ کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑا اور مخالفین کھلم کھلا طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگے تاہم پیغمبر صاحب نہایت استقلال اور صبر و تحمل کے ساتھ دعوت اسلام کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ لوگ پیغمبر صاحب کی باتوں کو کان لگا کر سننے لگے اور چونکہ آپ کی ساری باتیں مفید اور نتیجہ خیز ہوتی تھیں۔ قریش میں کی بعض خوش قسمت جماعت اسلام میں داخل ہوتی جاتی تھی۔ بی بی سودہ بھی ان ہی لوگوں سے تھیں اور از بسکہ ابتدا ہی سے نیک طینت نیک خصلت اور سمجھ دار تھیں اچھی اور سچی باتیں ان کے دل پر فوراً اثر کر جاتی تھیں۔ پیغمبر صاحب کی راستبازی اور حق گوئی کا شہرہ جب انکے کانوں میں پڑا اور قرآن مجید کی بعض آیتیں سُنیں تو پیغمبر صاحب کی صداقت

اور قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا ان کو پورا یقین ہوگیا ایک دو دفعہ خود بھی پیغمبر صاحب کی مجلس وعظ میں کسی تدبیر سے شریک ہوئیں اور ان کو اچھی طرح اطمینان ہوگیا کہ بیشک یہ خدا کے برحق نبی ہیں سکران بن عمران کے شوہر اسی پرانے ڈھرے پر چلے جا رہے تھے اور قریش مکے کے ہم آہنگ تھے یعنی جس طرح اور لوگ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کو جھٹلاتے تھے بی بی سودہ اپنے شوہر کی اس جہالت اور بدعقیدتی سے نہایت مجبور اور عاجز تھیں چاہتی تھیں کہ جس طرح بن پڑے اِس دار الکفر سے نکلکر پیغمبر صاحب کی پاک صحبت سے مستفید ہونا چاہیے مگر پھر چند روز توقف کیا اور دِل کو سمجھایا کہ ابھی اپنا عقیدہ مخفی رکھنا بہتر ہے ممکن ہو کہ جس طرح خدا کی ہدایت نے میری دستگیری کی ہے سکران کی بھی رہنمائی کرے یہ سوچکر نہایت اطمینان اور سکون سے بدستور گھر کے کاروبار میں مصروف رہیں اور کبھی کبھی اپنے شوہر سکران کو اسلام کی ترغیب دلاتی رہیں خدا کا شکر ہے کہ چند ہی روز میں سکران کی طبیعت اسلام کی طرف مائل ہوگئی اور آخر کار دونوں میاں بیوی مشرف باسلام ہوئے۔

جس زمانہ میں بی بی سودہ اور ان کے شوہر سکران مسلمان ہوئے اس وقت نومسلموں پر کفار کی طرف سے طرح طرح کی سختیاں ہو رہی تھیں بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب نے مبعوث ہوتے ہی خدائی دین یعنی توحید کی منادی شروع کردی تھی توحید کی منادی میں شرک اور بت پرستی کی توہین اور مذمت کرنی ہی تھی وہ گرم مزاج لوگ بتوں کی تحقیر اور اپنے بزرگوں کی تحمیق کی تاب نلا کر بھڑوں کی طرح چھتے سے باہر نکل پڑے اور پیغمبر صاحب کے ساتھ گستاخی بے ادبی اور دشنام دہی اور موقع پا کر زدوکوب کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور نومسلموں کو تو اسقدر

تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائیں کہ وُہ بیچارے اُکتا کر ترک خانماں پر آمادہ ہو گئے کیونکہ ابھی تک ان میں اتنی قوت نہیں تھی کہ مخالفوں سے انتقام لیکر فی الجملہ تسکین پاتے پیغمبر صاحب نے اپنے خاندانی وجاہت کے بھروسے پر جہاں تک ہوسکا ان نومسلموں کی حمایت کی لیکن نری وجاہت ایسے لوگوں کی عام شورش کے مقابلے میں کیا کام آئے جو ہر وقت مار پیٹ اور بے حرمتی پر تلے رہتے تھے آخر پیغمبر صاحب نے ان نومسلموں کی تحفظ کے لیئے ان کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے یہاں چلتا کیا پہلی بار گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے جبشے میں جا پناہ لی اس گروہ میں جناب پیغمبر صاحب کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ اور انکے شوہر حضرت عثمانؓ اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی زبیر بن عوام بھی تھے اور وہیں ان کا انتقال بھی ہو گیا بی بی سودہ ان کے انتقال کے بعد پھر مکہ چلی آئیں کیونکہ اسوقت مخالفوں کی شورش میں کچھ کمی ہو گئی تھی۔ بی بی سودہ رضؓ حبشے سے مکے میں آئیں تو اپنے قدیم مکان میں فروکش ہوئیں اور ہجرت کے تین سال پیشتر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح ہوا کسی تاریخ سے اسبات کا ٹھیک پتہ نہیں لگتا کہ پیغمبر صاحب سے جب ان کا نکاح ہوا ان کی کتنی عمر تھی لیکن ان کے سنہ وفات اور سن اسلام کے ملانے سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ اس وقت ان کی عمر کم و بیش پچاس برس کی تھی الغرض نکاح کے بعد بی بی سودہؓ تین سال تک جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے میں رہیں پھر ہجرت کر گے۔ مدینہ میں آئیں اور ایوب انصاری کے گھر میں رہیں جہاں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فروکش تھے۔ مدینہ میں آکر جب بی بی عائشہ رضؓ اور ام سلمہ اور صفیہ رضی اللہ عنہ کی بیبیاں پیغمبر صاحب کے نکاح میں آگئیں تو ام المومنین بی بی سودہؓ کو خیال ہوا کہ شاید جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجکو

ضرورت سے زیادہ سمجھ کر چھوڑ نہ بیٹھیں اور پھر پیغمبر صاحب کے شرف ازواج سے محروم رہ جاؤں یہ سوچ کر انہوں نے ایک روز جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں سن رسیدہ اور بڑھیا ہو گئی ہوں اور میرے قوائے بالکل ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں اور مجھ میں کسی طرح کی خواہش نام کو باقی نہیں رہی۔ میری منتہائی آرزو یہ ہے کہ آپ کے ازواج کے رجسٹر میں میرا نام باقی رہے اور قیامت کے روز ان ہی بیبیوں میں میرا بھی حشر ہو۔ میں اپنی باری اور اپنا حق بطوع خاطر بی بی عائشہ کو دیتی ہوں پیغمبر صاحب نے بی بی سودہ کی اس درخواست کو قبول فرمایا اور ان کو طلاق نہیں دی۔

جس زمانہ میں پیغمبر صاحب مدینے میں تشریف لائے ہیں مدینہ قصبہ بھی نہیں ایک گاؤں تھا اور اس کا نام مدینہ بھی حضرت کا رکھا ہوا ہے ورنہ اس کا اصلی نام تھا یثرب چنانچہ قرآن میں بھی مدینہ کو یثرب فرمایا ہے۔ یثرب کے معنی عربی میں ہیں "اُجڑے خراب ہو" پیغمبر صاحب کو بُرے ناموں سے تھی نفرت آپ نے اس کا نام مدینہ رکھا تب سے یہی نام پڑ گیا جس کے معنی ہیں شہر یثرب کی آب وہوا بھی خراب تھی۔ حمیٰ یثرب کی تپ مشہور تھی نام کے ساتھ پیغمبر صاحب کی برکت سے آب وہوا بھی بدل کر درست ہو گئی۔ یثرب میں بیت الخلا بھی نہ تھے شرفا کی بہو بیٹیاں رفع حاجت کیلئے جھٹ پٹے کا وقت تاک کر گاؤں کے باہر جاتی تھیں اور اس سے تو پیغمبر صاحب کی ازواج مطہرات بھی مستثنٰے نہ تھیں گاؤں کے نوجوان آتی جاتیوں کو دیکھتے بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بہت ناگوار تھی اور وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح امہات المومنین کو پردے میں بیٹھنے کا حکم دیا جائے۔ اِس لئے بار بار جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پردہ کی بابت عرض کیا کرتے تھے مگر پردے کے

بارے میں کوئی وحی تو آئی نہ تھی پیغمبر صاحب اپنی طرف سے کیسے حکم دیدیتے۔
ایک دن کا ذکر کہ بی بی سودہؓ رفع حاجت کے لئے باہر نکلیں شام کا جھٹ پٹے کا وقت تھا کچھ تاریکی پھیل چلی تھی ان کے ساتھ ایک بی بی اور بھی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پہچان کر کرخت لہجہ میں کہا سودہؓ ہم نے تم کو دیکھ لیا ہے۔ بی بی سودہؓ خاموشی کے ساتھ چلی گئیں اور فراغت کے بعد واپس آئیں تو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت کی شکایت کی اور کہا کیا ہم اپنی ضروریات کو بھی باہر نہ نکلا کریں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ میں عورتوں کو ان کی ضروریات کے لئے باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا بی بی سودہؓ کے یہاں جناب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اولاد نہیں ہوئی پہلے شوہر سکران سے ایک بیٹا ہوا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا سودہؓ کا انتقال ۱۹ھ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری دور میں مدینہ میں ہوا اور یہیں دفن بھی ہوئیں ان کی نظروں میں دنیاوی جاہ وجلال ذرا بھی وقعت نہیں رکھتا تھا ان کی سیر چشمی اور فیاضی کی بہت سی مثالیں کتب حدیث سے مستنبط ہوتی ہیں از انجملہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ ان کے پاس درہموں کی زنبیل بھیجی انہوں نے یہ سمجھ کر کہ زنبیل میں کھجوریں ہونگی کیونکہ اس زمانہ میں زنبیل میں کھجوریں ہی بھری جاتی تھیں خادم سے پوچھا کہ کیا کھجوریں ہیں۔
خادم نے عرض کیا کہ نہیں۔ درہم ہیں۔ بی بی سودہؓ نے کہا کہ کھجوریں ہوتیں تو کھانے کے کام میں آتیں درہم لیکر کیا کریں۔ چنانچہ زنبیل بھرے ہوئے درہم فوراً خیرات کر دئے۔
اس نکاح کے وقت حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور سودہؓ دونوں کی حالت پر نظر کیجائے تو ماننا پڑے گا کہ خلاف تقدس کوئی امر طرفین کو

نکاح کا محرک نہیں ہوا حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی تو حالت یہ تھی کہ دعوت اسلام کی وجہ سے اپنے ہی عزیز و قریب یعنی سارا قبیلہ قریش کنفسٍ واحدہ مخالفت پر کمر بستہ تھے مارنے مرنے پر مستعد ے

وظلم ذوی القربیٰ اشد مضاضۃ
علی المرء من وقع الحسام المہند

گھر میں خدیجہؓ کی ہمدردی اور دلدہی سے راحت ملتی تھی اور باہر ابو طالب کی حمایت سے اتنا تھا کہ جان کی طرف سے اطمینان تھا مگر دونوں نے غریب نومسلموں کا دم ناکوں میں کر رکھا تھا اور پیغمبر صاحب ان کی تکالیف کو اپنی ذاتی تکالیف سے نہایت زیادہ احساس فرماتے تھے اتنے میں پہلے تو خدیجہ رضی نے انتقال کیا اور بعد ابو طالب نے اب وہ الفریق تیشبث بالحشیش حتیٰ امن واطمینان بھی گیا گذرا ہوا۔ خدیجہ اور ابو طالب کی مفارقت کا صدمہ جو پیغمبر صاحب پر ہوا ہم اس کا ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتے مگر ہاں کتابوں سے اتنا پتہ ملتا ہے کہ پیغمبر صاحب ابو طالب کے جنازہ کے ساتھ بے اختیار زار و قطار روتے تھے ایسی حالت میں نکاح کی کیا سوجھ سکتی تھی بلکہ خدیجہ لڑکیاں چھوڑ مری تھیں محتاج پرداخت اور ان کی پرداخت کے لیے سودہؓ جیسی سن رسیدہ تجربہ کار اور سب سے بڑھکر مسلمان عورت کا ہونا ضرور تھا سو وہ کے نکاح کو تکثیر سے تو کچھ تعلق نہیں پیغمبر صاحب کی یہ دوسری بی بی ضرور تھیں مگر خدیجہ کے انتقال کے بعد اکیلی نہ ان کے حین حیات ؛

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نام عائشہ. کنیت ام عبداللہ لقب صدیقہ ان کے والد ابوبکر صدیق پیغمبر

صاحب کے جانشین اول جو اہل السنتہ والجماعت کے نزدیک انبیاء کے بعد تمام بنی آدم میں بہتر وافضل ہیں۔ والدہ ام رومان جو عامر بن عویمر کی چہیتی بیٹی تھیں بی بی عائشہ رضہ والد کی طرف سے قریشیہ ہیں جیساکہ پیغمبر صاحب کے شجرہ نسب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا سلسلہ نسب چھ واسطوں سے پیغمبر صاحب کے شجرہ نسب سے جا ملتا ہے اور ماں کی طرف سے کنانیہ کیونکہ ان کی والدہ ام رومان عامر بن عویمر بن عبد شمس بن اذنیہ بن سبیع بن وہمان بن الحارث بن غنم بن مالک بن کنانہ کی بیٹی تھیں۔

فہر سے پہلے اس سلسلے میں جس قدر قبائل تھے سب کنانہ کہلائے جاتے تھے فہر کے وقت سے ان کا لقب قریش مشہور ہوا بی بی عائشہ رضہ ہجرت مدینہ سے نو برس پہلے کے میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد ابو بکر صدیق رضہ ہجرت مدینہ سے ۱۳ برس پہلے یعنی نبوت کے پہلے برس اور پہلے برس کے بھی ابتدائی دنوں میں مشرف باسلام ہو چکے تھے اور ان کے تھوڑے دنوں بعد ام رومان اسلام لے آئی تھیں اس لیے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بی بی عائشہ رضہ پر ایک لمحہ کفر کا زمانہ نہیں گذرا اور دنیا میں آتے ہی پرورش کے واسطے اسلامی آغوش پایا۔ بی بی عائشہ رضہ کچھ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی نہ تھیں کہ ان کی پرورش میں والدین کو خواہی نخواہی زیادہ توجہ ہوتی ان کے بھائی بہن اور بھی تھے لیکن جس چیز نے والدین کی نظروں میں ان کو زیادہ عزیز زیادہ باوقعت ثابت کیا وہ ان کی غیر معمولی ذہانت اور طبیعت کی تیزی اور خداداد حسن صورت اور سلیقہ شعاری اور ادب اور بلند خیالی تھی والدین ان کو سب بچوں سے زیادہ پیار کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کے پرورش میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے اور اسی وجہ سے بہ نسبت اور بھائی بہنوں نے

ان کا نشوو نما بھی اچھا ہوا۔

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں کہ ان کا نکاح جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت مدینہ کے تین برس پہلے ہوا۔ بی بی خدیجہؓ کے انتقال سے پیغمبر خدا کو جو صدمہ ہوا اس کا کسی طرح اندازہ نہیں ہو سکتا اور صدمہ ہونے کی بات بھی تھی کہ خانہ داری کا سارا انتظام ان ہی کے ہاتھ میں تھا اور مخالفین اسلام کی یورش کچھ ان کی وجہ سے اور کچھ پیغمبر صاحب کے چچا ابوطالب کی وجاہت سے دبی ہوئی تھی ان دونوں کے آگے پیچھے انتقال کرتے ہی کفار مکہ کی طرف سے طرح طرح کی تکلیفیں خود پیغمبر صاحب اور نومسلموں کو پہنچنے لگیں جس سے پیغمبر صاحب کا رنج وغم دوبالا ہو گیا پیغمبر صاحب ایک عرصے تک اس رنج وغم میں مبتلا ہے ایک دن کا ذکر ہے کہ پیغمبر صاحب کو مخالفین اسلام سے زیادہ تکلیف پہنچی اور اس قسم کی تکلیفیں ہمیشہ پہنچتی ہی رہتی تھیں شب کو گھر تشریف لائے تو بی بی خدیجہؓ کو اور انکی اس غم خواری اور دلدہی کو یاد کر کے سخت مغموم ہوئے حکیم بن الاوقص کی بیٹی عثمان بن مظعون مشہور صحابی کی بیوی خولہ آپ کے پاس آئیں اور لگیں عرض کرنے یا رسول اللہ آپ کوئی نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہاں کروں اور کس سے کروں کہا اگر آپ چاہیں کواری عورت سے شادی کریں چاہیں دُہاجن سے فرمایا بھلا کواری کون ہے اور دُہاجن کون ہے کہا کواری تو ابو بکر کی بیٹی عائشہ ہے اور دُہاجن زمعہ کی بیٹی سودہ اور ان دونوں کے آپ پر کچھ نہ کچھ حقوق بھی ہیں عائشہ کے باپ ابو بکر آپ کے دینی بھائی ہیں اور وہ ابتدا سے آپ کے دُکھ درد کے شریک رہے ہیں اور سودہ ایک عرصے سے آپ کے فرمانبرداروں میں داخل ہیں پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اچھا تو ابو بکر اور زمعہ سے

جاکر کہو خولہ خوشی خوشی پہلے ابو بکر صدیق رضؓ کے گھر گئیں ابو بکر رضؓ تو مکان پر موجود تھے نہیں اُنھوں نے بی بی عائشہ رضؓ کی والدہ ام رومان سے کہا کہ بی بی امبارک ہو خدا تعالیٰ نے تمھارے بیٹے بڑی خیر و برکت کا سامان کر دیا ہے ام رومان نے پوچھا وہ کیا ؟ کہا مجھے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں تم کو پیغمبر صاحب کے ساتھ عائشہ کے نکاح کا پیام دوں ام رومان نے تعجب میں کہا کہ خولہ ! کیا عائشہ کا نکاح پیغمبر صاحب سے ہو سکتا ہے میرے خیال میں تو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عائشہ کے باپ ابو بکر پیغمبر صاحب کے بھائی کہلاتے ہیں اور جب وہ پیغمبر صاحب کے بھائی کہلائے گئے تو عائشہ پیغمبر صاحب کی بھتیجی ہوئی اور چچا بھتیجی میں نکاح کیسا لیکن خولہ تم ذرا ٹھیرو عائشہ کے باپ آیا ہی چاہتے ہیں ان سے کہوں گی تو وہ کوئی معقول جواب دینگے تھوڑی دیر میں ابو بکر رضؓ بھی آ گئے اور خولہ نے ان سے بھی وہی کہا کہ ابو بکر ! خدا نے تمہارے بیٹے بڑی خیر و برکت کا سامان کر دیا ہے یعنی پیغمبر صاحب نے عائشہ کے ساتھ اپنے نکاح کا پیام تم کو دیا ہے۔ ابو بکر رضؓ نے کہا میں یہ پیام بطوع خاطر منظور کرتا ہوں لیکن بات یہ ہے کہ میں پیغمبر صاحب کا بھائی ہوں اور خولہ کیا ایک بھائی کی لڑکی دوسرے بھائی کے لیے حلال ہے خولہ نے کہا تم صبر کرو میں ابھی جا کر پیغمبر صاحب سے یہ مسئلہ پوچھ آتی ہوں چنانچہ خولہ پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ بیان کیا پیغمبر صاحب نے فرمایا میرے دینی بھائی ہیں قرابتی بھائی نہیں ہیں اور ایک دینی بھائی کی لڑکی سے دوسرے دینی بھائی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ خولہ پھر ابو بکر رضؓ کے پاس گئیں اور انھوں نے اسی وقت پیغمبر صاحب کو بُلا کر عائشہ رضؓ کا نکاح آپ سے کر دیا اس وقت بی بی عائشہ کی عمر چھ سال کی تھی اور جناب پیغمبر صاحب کی پچاس

برس کی چونکہ اس وقت بی بی عائشہ کی عمر بہت چھوٹی تھی اس سے والدین نے ان کو اس موقعہ پر رخصت نہیں کیا ہجرت مدینے کے ایک برس بعد جبکہ ان کی عمر نو برس کی تھی وداع کی گئیں پیغمبر صاحب کی ازواج میں صرف ایک یہی کواری تھیں باقی سب دُہاجنیں۔

بی بی عائشہ رضہ سے پیغمبر صاحب کو کس قدر محبت تھی اس کا ثبوت ذیل کی چند حکایتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) پیغمبر صاحب کو وفات مرض پیش آیا تو آپ نے تمام ازواج مطہرات کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ایام علالت عائشہ کے گھر گزاروں کیونکہ وہاں میری تیمارداری اچھی طرح ہو گی بیبیوں نے عرض کیا جہاں آپ کو آرام ملے تشریف رکھیں چنانچہ پیغمبر صاحب زمانہ وفات تک بی بی عائشہ رضہ ہی کے گھر رہے اور اس واقعہ کو بی بی عائشہ رضہ پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد اکثر مواقع پر فخراً اسطرح بیان فرمایا کرتی تھیں کہ یوں تو خدا کے مجھپر بہت سے احسان ہیں مگر ایک وہ احسان جسکے ساتھ اس نے مجھے مخصوصا فرمایا خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ پیغمبر صاحب مرض وفات میں مُبتلا ہوئے تو اپنی بیویوں سے اجازت لے کر زمانہ وفات تک میرے ہی گھر رہے اور میرے ہی باری کے دن اور میری ہی گود میں آپنے وفات پائی اور میرے ہی حجرے میں مدفون ہوئے۔ (بخاری مسلم)

(۲) ایک مرتبہ عید کے موقعہ پر حبشیوں کے چند لڑکے مسجد نبوی کے صحن میں بی بی عائشہ کے حجرے کے سامنے بانک پٹے کی طرح کھیل رہے تھے۔ بی بی عائشہ کا بیان ہے کہ پیغمبر صاحب

نے مجھ سے فرمایا کہ تم اِن کا تماشا دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں. فرمایا تو اچھا میری پیٹھ کے پیچھے کھڑی ہو جاؤ میں اپنی ٹھوڑی آپ کے بازو پر رکھکر کھڑی ہو گئی اور لگی تماشا دیکھنے تاوقتیکہ میں تماشا دیکھنے سے نہیں اکتائی پیغمبر صاحب میری خاطر کھڑے رہے تو اب تم اندازہ کر لو کہ نوعمر اور کھیل کود کی حریص لڑکی کس قدر کھیل کود کی آرزومند ہوتی ہے. بس یہی حال میرا تھا یعنی میں بہت دیر تک تماشا دیکھتی رہی اور پیغمبر صاحب میری خاطر کھڑے رہے.

پیغمبر صاحب کو بی بی عائشہ رضؓ جو اس قدر عزیز تھیں تو کچھ اس درجہ سے نہ تھیں کہ وہ حسین اور خوبصورت تھیں دوسری بیبیاں جیسے صفیہ رضؓ اور زینب بنت جحش رضؓ وغیرہما ان سے بہت زیادہ حسین تھیں بلکہ اپنی دانشمندی خصائل حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کی وجہ سے عزیز تھیں اور اس وجہ سے پیغمبر صاحب اکثر اوقات معاملات خانہ داری میں ان ہی سے مشورہ لیا کرتے اور یہ ایسی تدبیر بتاتیں کہ پیغمبر صاحب کو اس پر عمل کرنے میں ذرا بھی تردد نہ ہوتا ان کی زبان نہایت صاف اور شستہ تھی اور گفتگو میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ معقولیت اور اثر زیادہ ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ پیغمبر صاحب گھر تشریف لاتے تو ان ہی سے باتیں کرتے اور جب ان کی گفتگو کا سلسلہ شروع ہوتا تو آپ خاموش بیٹھے سُنا کرتے چونکہ باتیں معقول اور نتیجہ خیز ہوتی تھیں پیغمبر صاحب بہت پسند فرماتے تھے پیغمبر صاحب فطرتاً رحمدل اور نیک مزاج اور خوش خلق تھے اور عموماً اپنی بیویوں کے ساتھ خوش خلقی اور نرمی اور حسن معاشرت کے ساتھ پیش آتے تھے بی بی عائشہ رضؓ جب نئی نئی بیاہی گئیں

ہیں تو ان کے والدہ ام رومان نے ان کے بچپن کے کھلونے ان کے ساتھ کر دئے تھے اور اس خیال سے کہ لڑکی ہے نو عمر پہلے پہل تنہا گھر میں رہیگی تو طبیعت اُکتا جائیگی انصار مدینہ کی لڑکیوں کو جو ان کے ہجولیاں تھیں ان کے ساتھ کھیلنے کو بھیجدیا کرتی تھیں بی بی عائشہ رضؓ گھر کے معمول کام کاج سے فارغ ہوئیں اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیاں کھیلنے بیٹھ گئیں ایسے موقعہ پر پیغمبر صاحب آ نکلے تو لڑکیاں اِدھر اُدھر چھُپ جاتیں مگر پیغمبر صاحب خود ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر بی بی عائشہ کے پاس بھیجتے اور فرماتے جاؤ کھیلو اور کسی بات کا خوف نہ کرو پیغمبر صاحب کبھی کبھی اپنی بیویوں سے مزاح اور خوش طبعی بھی کیا کرتے تھے اور زیادہ تر بی بی عائشہ رضؓ سے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک یا شاید غزوہ حنین سے واپس تشریف لائے بی بی عائشہ کے گھر میں ایک طاق تھا اور اس پر پردہ پڑا رہتا تھا طاق میں بی بی عائشہ رضؓ کی گڑیاں گڈے بنے سنورے ترتیب کے ساتھ رکھے ہوئے تھے اتفاق سے ہوا چلی اور پردہ اُٹھ گیا پیغمبر صاحب نے طاق کی طرف اشارہ کر کے بی بی عائشہ سے فرمایا یہ کیا ہے اُنہوں نے کہا میرے کھیلنے کی گڑیاں گڑیوں کے بیچ میں کپڑے کا گھوڑا بھی تھا جس کے کاغذ کے دو پر بھی لگے ہوئے تھے پیغمبر صاحب نے اس گھوڑے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور یہ کیا ہے جواب دیا گھوڑا فرمایا اوہو گھوڑے کے پر بھی ہوا کرتے ہیں بی بی عائشہ رضؓ نے برجستہ جواب دیا کہ آپ نے سُنا نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے پردار گھوڑے تھے یہ سُنکر پیغمبر صاحب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ (بخاری)

باوجود پیغمبر صاحب کے اس قدر محبت اور مہربانی کے بی بی عائشہ رضؓ

پیغمبر صاحب کی پیغمبری کا انتہا سے زیادہ ادب کرتیں اور بلحاظ شوہر ہونے کے آپ کی بیحد عزت کرتی تہیں ساری عمر میں کبھی ایسا موقعہ پیش ہی نہیں آیا کہ اپنے مرتبے کی حد سے متجاوز ہوئی ہوں جو امر پیغمبر صاحب کے خلاف شان یا خلاف طبیعت ہوتا اس کو عمل میں لانے کی جرأت ہی نہیں کرتیں پیغمبر صاحب کی خانہ داری اور بعض خارجی حالات کو دریافت کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتیں اور معلوم ہوئے پیچھے ان کو پیغمبر صاحب کا راز سمجھکر محفوظ رکھتیں۔

بی بی عائشہ رض کا پیغمبر صاحب کی بہترین بیوی ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ قصہ افک میں ان کی برات خدا نے قرآن مجید میں نازل فرمائی یہ قصہ قرآن مجید کے سورۂ نور کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں مجملاً اور کتب احادیث و تفاسیر میں مفصلاً مذکور ہے۔ ہم نہایت اختصار کے ساتھ اس مقام پر اس کا مذکور کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی سفر کو تشریف لے جاتے تو امہات المومنین یعنی اپنی بیویوں میں قرعہ ڈال لیا کرتے جن کے نام کا قرعہ نکلتا ان بی بی کو اپنے ساتھ لے جاتے چنانچہ ہجرت کے پانچویں برس غزوہ بنی مصطلق سے پہلے ایک غزوے کے لئے جاتے ہوئے پیغمبر صاحب نے قرعہ ڈالا بی بی عائشہ رض کے نام کا قرعہ نکلا اور وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ گئیں لوٹتیوں کو مدینہ تھوڑی دور باقی تھا کہ ایک جگہ مقام ہوا اور کچھ رات رہے سے چل کھڑے ہوئے۔ بی بی عائشہ رض قضائے حاجت کے لئے پڑاؤ سے باہر چلی گئی تہیں وہاں ان کا منکوں کا ہار جو چلتے وقت اپنی بہن اسمار سے مستعار لائی تہیں ٹوٹ کے گر پڑا جگہ پر واپس آئیں تو خبر ہوئی ہار ڈھونڈنے پھر واپس گئیں وہاں ڈھونڈھنے میں لگی دیر یہ لوٹ کر آنے نہیں پائی تھیں کہ لشکر کوچ کر گیا بی بی عائشہ ہلکی پہلکی نوعمر تو

تھیں ہی ساربان سمجھا کہ یہ اپنے کجاوے میں ہیں بند کا بند اونٹ پر لادلیا پڑا واپس آئیں تو اس جگہ کسی کو نہ پایا خیال کیا کہ آخر کوئی نہ کوئی مجھے ڈھونڈھنے آئیگا اپنی جگہ بیٹھ گئیں اور بیٹھے بیٹھے سوگئیں لشکر کے پیچھے ایک آدمی رہا کرتا ہے جو لوگوں کی گری پڑی چیز اُٹھا لیتا ہے اتفاق سے وہ آدمی صفوان بن معطل تھا وہ جو آیا تو دور سے آدمی کی پرچھائیں دیکھکر آواز دی اور جب معلوم ہوا کہ ام المومنین بی بی عائشہ رضؓ ہیں تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر پرے ہٹ گیا۔ خود اونٹ سے اُتر پڑا۔ اور بی بی عائشہ رضؓ کو اونٹ پر بٹھا کر مہار ہاتھ میں لے آگے آگے ہولیا یہاں قافلہ منزل پر پہنچا اور لوگوں نے عائشہ کو گم پایا تو لگے آپس میں گفت وشنید کرنے لوگ ابھی گفت وشنید کرہی رہے تھے کہ بی بی عائشہ جا پہونچیں اور صفوان نے سارا واقعہ بیان کردیا۔

بات تو اتنی ہی بھی مگر منافقوں نے خوب خوب حاشیے چڑھائے سب سے زیادہ عبداللہ بن ابی منافق نے اس کا چرچا کیا اور بہت سے مسلمان بھی اس آفت میں پھنسے پیغمبر صاحب مدینے پہنچے اور منافقوں کی گفت و شنید کا حال معلوم ہوا تو بی بی عائشہ رضؓ سے کشیدہ رہنے لگے اتنے میں یہ بیمار ہوگئیں اگرچہ ان کو منافقوں کے بہتان وافترا پردازی کی ابھی تک کچھ بھی خبر نہ تھی لیکن اتنا تو یہ بھی جانتی تھیں کہ پیغمبر صاحب اس سے پہلے بیماری کی حالت میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے اب نہیں کرتے گھر میں تشریف لاتے ہیں تو صرف اس قدر پوچھ لیتے ہیں کہ تم کیسی ہو اور بس اتفاق سے ایک دن شام کو جھٹ پٹے کے وقت بی بی عائشہ رضؓ مسطح کی ماں کو جو رشتے میں ان کی پھوپی تھیں ساتھ لیکر قضائے حاجت کیلیے

مدینے کے باہر تشریف لے گئیں مسطح اگرچہ مسلمان مہاجر تھا اور جنگ بدر میں بھی شریک ہوا تھا مگر بدقسمتی سے منافقوں کے ساتھ اس چرچے کی آفت میں پھنس گیا تھا۔ الغرض جب بی بی عائشہؓ قضائے حاجت سے فارغ ہوکر لوٹیں تو مسطح کی ماں اپنی چادر میں اُلجھ کر گر پڑی اور اس کے مُنہ سے بیساختہ نکلا مسطح کا کھو جڑا جائے۔ بی بی عائشہؓ نے انکار کے لہجے میں کہا کہ تم ایسے شخص کو بُرا کہتی ہو کہ جو بدر میں پیغمبرؐ صاحب کے ساتھ شریک جنگ رہا ام مسطح بولی کہ اے بھولی بھالی بی بی تھیں کیا معلوم کہ اس نے تم پر کیسا بُہتان لگایا ہے بی بی عائشہؓ نے چونک کر کہا کیسا بہتان رکھا میرا عقیدہ اور میرا یقین تو یہ ہے کہ تم منافقوں کے بہتان وافترپردازیوں سے بالکل پاک صاف ہو اور تم ہی جیسی پاک اور عصمت مآب بی بی کو خدا نے اپنے مقدس پیغمبرؐ کے لیئے اختیار کیا ہے مگر منافقوں نے خدا ان کا مُنہ کالا کرے تمہاری نسبت ایسی ایسی باتیں اُڑا رکھی ہیں بی بی عائشہؓ بیمار تو پہلے ہی سے تھیں اس رنج کے صدمے سے رہی سہی اور بھی نڈھال ہو گئیں اور زار قطار روتی ہوئی گھر آئیں پیغمبر صاحب تشریف لائے تو اجازت لیکر میکے چلی گئیں اور اپنی والدہ ام رومان سے کہا کہ لوگ جو یہ چرچا کر رہے ہیں کیسا ہے ام رومان نے جواب دیا کہ بیٹا! مجھے ان باتوں سے معاف رکھو لوگوں کے اس چرچے سے تو آئے ہوش جاتے رہے ہیں اس بارے میں بجز اس کے اور کچھ نہیں جانتی کہ جب ایک عورت اپنے خاوند کو زیادہ پیاری ہوتی ہے تو اس کی سوکنوں کو ہمیشہ اسپر رشک ہوا کرتا ہے اور وہ خواہی نخواہی اس پر نکتہ چین ہوا کرتی ہیں بیٹی ماں کی یہ تقریر سُنکر نہایت رنجیدہ ہوئیں اور شام سے روتے روتے صبح کردی

صبح کو ان کے والد ابوبکرؓ ان کی خیریت کو آئے تو ان کو روتا دیکھکر
ام رومان سے رونے کا سبب پوچھا ام رومان نے کہا کہ منافقوں کے
چرچے کی عائشہ کو ابھی خبر ہوئی ہے اور اسی وجہ سے اس نے روتے
روتے آنکھیں سجالی ہیں ابوبکرؓ روتے ہوئے بیٹی کے پاس آئے اور لگے
کہنے بیٹا رو مت اگر تم حقیقت میں اس الزام سے پاک ہو جو منافقوں نے
تمہارے سر چپیکا ہے اور مجھے یقین ہے کہ فی الواقع پاک ہو تو خدا
عنقریب اس کا کوئی راستہ نکالتا ہے ادہر پیغمبر صاحب نے علی
ابن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو بلا کر بی بی عائشہ کے چھوڑنے
میں مشورہ لیا اسامہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ عائشہ آپ کی بیوی ہیں اور ہم نے
ان میں بجز بھلائی اور نیکی کے اور کچھ نہیں دیکھا اور یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ
خدا نخواستہ عائشہؓ میں کوئی عیب کی بات ہوتی تو خدائے علام الغیوب
ان کو آپ کے خدمات کا شرف ہرگز نہیں دیتا اس کے بعد علی ابن
ابی طالب نے کہا یا رسول اللہ خدا کی طرف سے عورتوں کے بارے
میں آپ پر کچھ تنگی تو ہے نہیں اور دنیا میں عورتوں کا کال بھی نہیں لیکن
آپ کو گھر کی لونڈی بریرہ سے دریافت کرنا چاہیئے جو بات ہو گی وہ صاف
صاف کہدے گی پیغمبر صاحب نے بریرہ کو بلا کر دریافت کیا تو اس نے عرض
کیا یا رسول اللہ مجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے آپکو رسول برحق
بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے عائشہؓ میں بجز اس کے اور کوئی بات
نہیں دیکھی کہ وہ نو عمر لڑکی ہے گھر کا آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور بکری
آ کر آٹا کھا جاتی ہے اسپر پیغمبر صاحب نے تمام مہاجرین و انصار کو مسجد
میں جمع کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا اے گروہ مسلمانان تم میں

سے کونسا آدمی اس شخص کے مقابلہ میں میری مدد وحمایت کے لئے کھڑا ہوتا ہے جس نے میری اہلیہ پر تہمت لگا کر مجھے سخت تکلیف دی بخدا مجھے جہاں تک معلوم ہے میں اپنی بیوی میں بجز نیکی اور بھلائی کے اور کوئی چیز نہیں پاتا اور جس مرد یعنی صفوان بن معطل کی نسبت لوگ چرچا کرتے ہیں میں اس میں بھی کسی طرح کی خرابی نہیں دیکھتا وہ بیشک میرے گھر میں آمد و رفت رکھتا تھا مگر ہمیشہ میرے حضور میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ غیبت میں میرے گھر گیا ہو پیغمبر صاحب کی یہ تقریر سُنکر انصار کے سردار بن معاذ اُٹھ کھڑے ہوئے اور لگے کہنے یا رسول اللہ میں آپ کی حمایت کو تیار ہوں اگر وہ ہمارے قبیلہ اوس میں سے ہے تو میں خود اس موذی کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا اور اگر ہمارے بھائی خزرجیوں میں سے ہے تو آپ جو حکم فرمائیں گے تعمیل میں کوتاہی نہ ہوگی۔ اس پر سعد بن عبادہ جو خزرجیوں کے سردار تھے اور عبداللہ بن ابی۔ انصار کے اسی قبیلہ میں سے تھا اُٹھ کر لگے کہنے کہ سعد بن معاذ تمہاری یہ ساری تقریر بالکل فضول ہے خدا کی قسم تم میرے کسی آدمی پر ہاتھ اُٹھانے کی قدرت نہیں رکھتے سعد بن عبادہ تھے تو آدمی نیک لیکن اس موقع پر ان کو حمیت قومی نے اس کہنے پر آمادہ کیا اور وہ بھی صرف سعد بن معاذ کے مقابلے میں۔

اسید بن حضیر جو سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی تھے سعد بن عبادہ سے مخاطب ہو کر بولے کہ تم بالکل جھوٹ بکتے ہو کہ منافق کی طرف سے جھگڑتے ہو۔ اسید کا یہ کہنا تھا کہ دونوں قبیلوں میں غضب کا جوش پیدا ہو گیا اور ایک دوسرے سے کشت و خون کرنے پر آمادہ ہو گئے جناب پیغمبر خدا

صلے اللہ علیہ وسلم جھٹ منبر سے اُتر آئے اور کمال نرمی اور تحمل سے دونوں
قبیلوں کو خاموش کر دیا۔ یہاں بی بی عائشہ روتے روتے اس قدر ہلکان ہوگئیں
کہ ان کے والدین کو خیال ہوا ان کا جگر پھٹا جاتا ہے بی بی عائشہ رو رہی
تھیں اور ان کے والدین ان کے پاس بیٹھے تھے کہ پیغمبر صاحب
تشریف لائے اور سلام و علیک کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے حالانکہ
اس سے پیشتر جب سے منافقوں نے ان کے بارے میں چرچا کیا کبھی نہیں
بیٹھے تھے ادہر ایک مہینہ کامل گزر گیا کہ پیغمبر صاحب پر وحی نہیں اُتری
پیغمبر صاحب نے بی بی عائشہؓ کے پاس بیٹھتے ہی فرمایا عائشہ مجھے تمہاری
نسبت فلاں فلاں باتوں کی خبر ملی ہے تو اگر تم ان سے بری ہو اور
تمہارا دامن منافقوں کے چرچے کی گندگی سے پاک ہے تو عنقریب خدا
تمہاری صفائی اور برأت ظاہر کر دے گا اور اگر تم گناہ کی مرتکب ہوئی ہو تو خدا
سے معافی مانگو اور اس کی جناب میں توبہ کرو کیونکہ گناہ گار آدمی جب توبہ
کرتا ہے تو خدا اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
جب یہ تقریر کر چکے تو بی بی عائشہؓ کی پُر نم آنکھوں سے لگا آنسوؤں کا
دریا بہنے اور اُنہوں نے اپنے والد کی طرف روئے سخن کر کے کہا کہ پیغمبر صاحب کو
اس کا جواب دو۔ ابو بکرؓ جو ابھی گردن نیچے کئے بیٹھے تھے سر اُٹھا کر
لگے کہنے کہ پیغمبر صاحب کے اس سوال کا جواب تو میرے پاس ہے
نہیں بی بی عائشہ نے اپنی ماں ام رومان سے کہا کہ تم ہی کچھ جواب دو
اُنہوں نے بھی انکار کر دیا تب اُنہوں نے حاضرین مجلس سے
مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ لوگوں کی سُنی سُنائی
باتیں تمہارے دلوں میں کالنقش فی الحجر ہو گئی ہیں اور یہ جھوٹی جھوٹی

افواہیں تمہارے نزدیک مرتبہ تصدیق کو پہنچ گئی ہیں ایسی صورت میں
اگر میں کہتی ہوں کہ میرا دامن اس گناہ سے پاک ہے تو تم لوگ میری
تصدیق ہرگز نہیں کروگے اور اگر کسی بات کا اقرار کرتی ہوں حالانکہ خدا
خوب جانتا ہے کہ میں بالکل پاک اور صاف ہوں تو تم فوراً اس کی
تصدیق کروگے میری تمہاری وہی کہاوت ہے جو یوسف کے والد
یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہی تھی فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ
عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ یہ کہہ کر بی بی عائشہ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنے بچھونے
پر جا لیٹیں یہ اتنا تو جانتی تھیں کہ خدا ان کو منافقوں کے الزام سے خود بری
کرے گا لیکن اس کا وہم و خیال بھی نہ تھا کہ ان کی شان میں ایسی مستحکم وحی
نازل ہوگی جو قیامت تک حافظوں کے سینے اور قاریوں کی زبانوں پر
جاری رہے گی ان کو صرف یہ توقع تھی کہ خدا اپنے پیغمبر کو یا تو خواب میں
کوئی ایسا واقعہ دکھادے گا جس سے برأت ہو جائیگی یا پیغمبر صاحب کے
دل میں کوئی اسی قسم کی بات ڈال دیجائے گی۔

خدا کا کرنا پیغمبر صاحب اسی مجلس میں تشریف رکھتے تھے اور گھر کے
لوگوں میں سے ابھی تک ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہیں اُٹھا تھا کہ پیغمبر صاحب پر
آثار وحی مترتب ہونے شروع ہوئے باوجودیکہ کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا
آپ کے چہرہ مبارک سے پسینے کے قطرے انار کے دانوں کی
طرح ٹپک رہے تھے یہ حالت دیکھکر بی بی عائشہ نے فوراً آپ کو
کپڑا اُڑھا دیا اور سر کے نیچے ایک بڑا سا چمڑے کا تکیہ رکھدیا تھوڑی دیر
کے بعد پیغمبر صاحب نے مُنہ پر سے کپڑا اُٹھایا اور مُسکراتے ہوئے
اُٹھے سب سے پہلے جو آپ کے زبان مبارک سے لفظ نکلے یہ تھے

کہ عائشہ! تمہیں خوش ہونا چاہیئے خدا کی قسم تم منافقوں کے الزام سے
بالکل بے لوث ہو خدا نے تمہاری برأت میں یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں پھر
آپ نے سورہ نور کے دوسرے تیسرے رکوع کی آیتیں پڑھیں
اپنی برأت کی آیتیں سُنکر بستر علالت سے اُٹھ کھڑی ہوئیں اور مارے
خوشی کے چہرہ پر تازگی کے آثار نمایاں ہو گئے اُنھوں نے جوش مسرت
میں پیغمبر صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں آپ کا اور آپ کے اصحاب کا
نہیں بلکہ خدا کا شکر کرتی ہوں کہ اس نے اپنے کلام پاک میں میری
برأت نازل فرمائی اس پر ان کی والدہ ام رومان نے کہا نہیں بیٹا!
پیغمبر صاحب کے پاس جاکر ان کی عنایت و مہربانی کا شکر ادا کرو۔ اُنھوں
نے کہا میں تو خدا کے سوائے کسی اور کا شکر ادا کروں گی نہیں چاہے
اس میں تم مجھ سے ناراض ہی کیوں نہ ہو غرض پیغمبر صاحب مسجد میں تشریف
لے گئے اور منبر پر چڑھکر سورہ نور کی آیتیں پڑھیں اور عبداللہ بن ابی اور
مسطح اور حمنہ[ا] اور اخان چار شخصوں کو حد قذف ماری گئی۔

[ا] حمنہ کے باپ کا نام جحش اور دادا کا رباب تھا ان کی ماں امیمہ بن عبدالمطلب پیغمبر صاحب
کی پھوپی تھیں پس حمنہ اس اعتبار سے پیغمبر صاحب کی پھوپی زاد بہن ہوئیں اور چونکہ ان
کی بہن زینب بنت جحش پیغمبر صاحب کے زمرہ ازدواج میں داخل تھیں اس لحاظ سے
یہ آپ کی سالی بھی ہوئیں از بسکہ بی بی عائشہؓ ان کی بہن زینب کی سوکن تھیں ان کی حمایت
کی وجہ سے حمیت ان پر غالب ہوئی اور افک کے چرچے میں منافقوں کے ساتھ شریک
ہو گئیں ورنہ یوں حمنہ نہایت نیک تھیں مہاجرات میں سے تھیں جنگ احد میں شریک
ہوئیں تھیں اور مجاہدین کے لیے پانی کی مشکیں کندھوں پر ڈھو ڈھو کر لاتی تھیں ان کے
زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (از تاریخ ابن اثیر)

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو بی بی عائشہ کی عمر اس وقت کل اٹھارہ برس کی تھی گویا کچھ کم نو برس پیغمبر صاحب کی خدمت کا شرف ان کو حاصل رہا لیکن یہ ان کی خداداد ذہانت اور فطری دانشمندی کا نتیجہ تھا کہ اسی نو برس کے عرصے میں ان کو حدیث و فقہ میں اس قدر کمال حاصل ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے صحابہ یہاں تک کہ خلفار اربعہ ان کی معلومات کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے علم فرائض اور مسائل میراث کے حل کرنے میں ان کو وہ قدرت حاصل تھی کہ حضرت عمر بن الخطاب جیسے جلیل القدر خلیفہ نے ایک دو دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ میراث کے مسائل ان سے دریافت کئے اور انہوں نے ان کو پانی کی طرح حل کر دیا حضرت عمر بن الخطاب اور عبداللہ بن عمر اور ابن عباس اور ابو موسےٰ اشعری اور ابو ہریرہ و غیرہ جلیل القدر صحابی اور احادیث کے عالم ان سے حدیثیں سُنتے اور پھر اُون کو لوگوں سے بیان کرتے تھے۔

جن تابعیوں نے ان سے روایت کی ہے اگرچہ اصابہ اور اسد الغابہ کے مؤلفوں نے بڑی کوشش اور جانکاہی سے اپنی اپنی تالیفات میں ان کی فہرست دی ہے لیکن آخر میں صاف کہدیا ہے کہ ان کے علاوہ اور بے شمار تابعی ہیں جو فن حدیث میں بی بی عائشہ کے شاگرد ہیں عطار بن ابی رباح جو ایک مشہور تابعی ہیں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ اپنے وقت کے تمام لوگوں سے زیادہ فقیہ تھیں اور اُن کی رائے تمام مسائل میں سب سے احسن اور اصوب خیال کیجاتی تھی مشکل سے مشکل اور لاینحل کو آسانی سے حل کرتی تھیں کہ بڑے بڑے صحابی حیران ہو جاتے تھے ایک دفعہ پیغمبر صاحب کے انتقال کے بعد مدینے کے علمار و صحابہ میں سماع موتے

کے باب میں اختلاف پیدا ہوا۔ ادھر اختلاف پیدا ہوا اس سے کہ جنگ بدر میں بہت سے وہ کافر مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کئے گئے جو پیغمبر صاحب اور نو مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتے اور پیغمبر صاحب ان کے لیے بد دعا کیا کرتے تھے لڑائی کا خاتمہ ہو تو ان لوگوں کی لاشیں ایک کنوئیں میں ڈال دی گئیں پیغمبر صاحب چلتیوں کو اس کنوئیں پر تشریف لائے اور مقتول کافروں کے نام لے لے کر آواز بلند فرمایا ہَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًا۔ اس موقع پر بعض صحابہ نے ازراہِ تعجب پیغمبر صاحب سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ ناپاک اور گندی لاشیں سُنتی ہیں جو آپ فرماتے ہیں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ تم سے زیادہ سُن سکتی ہیں پیغمبر صاحب کا بس ایک ہی آخری فقرہ تھا جس سے صحابہ کے دو مختلف گروہوں نے دو مختلف نتیجے استنباط کیے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے فرزند رشید عبد اللہ نے پیغمبر صاحب کے انتقال کے بعد یہ حدیث بیان کی اور فتوے دیا کہ مردے زندوں کی باتیں سنتے ہیں۔ دوسری طرف ابو قتادہؓ جو ایک عظیم الشان اور جلیل القدر صحابی تھے اس بات کے قائل تھے کہ مُردے سُنتے سُناتے کچھ نہیں اور اس حدیث کی تاویل کرتے تھے کہ پیغمبر صاحب کی منجملہ اور خصوصیات کے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ مردے ان کی باتیں سُن سکتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ اختلاف سارے میں پھیل گیا اور پیغمبر صاحب کے صحابیوں میں دو مختلف گروہ پیدا ہو گئے بی بی عائشہؓ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا خدا عبد اللہ پر

لہ جس چیز کا تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو ٹھیک اور درست پایا

رحم کرے کیا انھوں نے قرآن میں یہ آیتیں نہیں پڑھی اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى
اور کیا ان کی نظر سے قرآن کے یہ الفاظ نہیں گزرے وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ
مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ عبد اللہ پیغمبر صاحب کی جو حدیث نقل کرتے ہیں تو وہ واقعی
حدیث اور حدیث بھی وہ جسے بہت لوگوں نے پیغمبر صاحب کی زبان مبارک
سے سُنا مگر عبد اللہ اس کا محل نہیں سمجھے اصل بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب
کفار کی لاشوں سے خطاب کرتے ہیں اوروں کو نصیحت و عبرت دلانی منظور
بھی ورنہ جو مر گیا اُس کے مرتے ہی تمام جسمانی قوتیں معطل و بیکار ہو گئیں بی بی
عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فیصلہ ایسا دانشمندانہ اور حکیمانہ فیصلہ تھا جس کے آگے
بڑے بڑے صحابیوں نے گردنِ تسلیم خم کر دی حدیث و فقہ کے علاوہ
ایام جاہلیت کے حالات و واقعات اور شعرا کے متقدمین کے اشعار اور
فن طب کے رموز ان سے زیادہ دوسرا نہیں جانتا تھا۔ چنانچہ عروہ جو خود
بھی بڑے پائے کے عالم تھے کہتے ہیں کہ میں نے فقہ اور طب اور شعر
میں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ ماہر کسی کو نہیں دیکھا۔ الغرض ام المومنین
حضرت عائشہ کی معلومات کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ اس زمانہ کی عورتوں کا
تو ذکر ہی کیا ہے مرد بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور محدثین کا یہ
قول بالکل ٹھیک اور درست ہے کہ اگر پیغمبر صاحب کے انتقال کے
بعد بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی ذہین اور علامہ عورت کچھ دنوں زندہ نہ رہتیں
تو علم حدیث کا آدھا حصہ یقیناً ضائع ہو جاتا۔ ان کی عالمانہ وقعت اور ان کا
دانشمندانہ رعب لوگوں کے دلوں میں اس درجہ بیٹھا ہوا تھا

۱؎ بے شک تم مُردوں کو (اپنی باتیں) نہیں سنا سکتے۔

۲؎ اور اے نبی جو لوگ قبروں میں (مدفون) ہیں تم ان کو (اپنی باتیں) سُنا نہیں سکتے۔

کہ بڑے بڑے جلیل القدر آدمی ان کے سامنے آتے ہوئے ہچکچاتے تھے حضرت عمرؓ جیسے مقتدر اور باشان وشوکت خلیفہ تھے مگر ان کا حال یہ تھا کہ جب بی بی عائشہؓ کے پاس تشریف لاتے دبے جھکے آہستہ آہستہ تشریف لاتے اور بات کرنی ہوتی تو گردن نیچی کر کے نہایت دبی زبان سے کرتے صحابہ اور امہات المومنین کا بھی اعزاز کرتے تھے مگر ان کا اعزاز صرف ان کے علم وفضل کی وجہ سے بہت زیادہ کرتے تھے۔

ام المومنین بی بی عائشہؓ کی فیاضی اور مروت صرف ایک اُس قابل تقلید مثال سے خوب ظاہر ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی سوکن بی بی حفصہؓ کے والد امیر المومنین عمرؓ کے ساتھ برتی۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ جب ابو لولو مجوسی کے زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے جاں بلب ہوئے تو انہوں نے اپنے صاحبزادے عبداللہ سے کہا کہ جب میرے جنازے کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہو تو ام المومنین بی بی عائشہؓ سے جاکر میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ بطوع خاطر اجازت دیں تو عمر تمہارے محترم شوہر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں اور تمہارے والد بزرگوار ابو بکر صدیق کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ عبداللہ! تم ام المومنین پر نہایت لجاجت اور سماجت کے ساتھ عرض پیش کرنا اگر وہ بخوشی اجازت دیں فہو المراد ورنہ مجھے تمام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور میری خواہش کے خاطر ام المومنین کے دل کو ہرگز میلا نہ کرنا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ پیغمبر صاحب بی بی عائشہؓ کے رہنے کے حجرے میں مدفون ہوئے اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ جس طرح زندگی میں ہمیشہ آپ کے ہمدم ہم قدم اور مصاحب رہے انتقال کے بعد

بھی آپ کی رفاقت و موانست سے الگ نہیں ہوئے یعنی اُسی ایک حجرے
میں دفن کیے گئے. ان دونوں بزرگوں کے دفن ہوئے پیچھے حجرے میں
صرف ایک قبر کی جگہ خالی تھی اور بی بی عائشہ رض نے اس کو اپنے لئے متعین
کر دیا تھا. کسی مسلمان اور بالخصوص بی بی عائشہ رض کو اس سے بڑھکر اور کیا خوشی
ہوسکتی تھی کہ وہ پیام ان کو دیا تو انہوں نے نہایت مسرت کے لہجے میں فرمایا
کہ عبداللہ! تمہیں معلوم ہے کہ جب سے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
یہاں مدفون ہوئے خالی جگہ کو میں نے اپنے لئے متعین کر رکھا تھا مگر چونکہ
تمہارے والد نے اسلام اور پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کی بیحد خدمت کی
ہے میں اپنے تئیں ہرگز اس قابل نہیں سمجھتی کہ ان کی خواہش پر اپنی خواہش
کو ترجیح دوں بے شک تم امیرالمومنین کا جنازہ یہاں لے آؤ اور میں خوش
ہوں کہ انکو میرے حجرے میں پیغمبر صاحب اور انکے رفیق کے پہلو میں دفن کرو

بی بی عائشہ رض کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر انہوں نے اپنی بڑی
ہمشیرہ اسماء کے بڑے صاحبزادے عبداللہ کے نام پر اپنی کنیت ام عبداللہ
رکھ لی تھی. ۵۷ھ یا ۵۸ھ ہجری میں رمضان کی سترہویں تاریخ شب چہار
شنبہ کو انتقال فرمایا اور اسی رات کو مدینے کے مشہور قبرستان جنت البقیع
میں مدفون ہوئیں. پیغمبر صاحب کے جلیل القدر صحابی ابوہریرہ رض نے جنازے
کی نماز پڑھائی اور زبیر ابن عوام کے دونوں بیٹے عبداللہ اور عروہ اور حضرت
ابوبکر کے پوتوں قاسم بن محمد اور عبداللہ بن محمد اور عبداللہ بن عبدالرحمن
ان پانچ شخصوں نے قبر میں اُتارا انکے فضائل اور خصائل کتب احادیث
میں اتنے بہت ہیں اگر ہم سب کو بالتفصیل ذکر کریں تو صرف ان ہی
کے لئے ایک مستقل کتاب چاہیے. لہذا ہم ان کو یہاں ذکر کرکے اپنی

کتاب کو بڑھانا نہیں چاہتے۔ انشاء اللہ کسی وقت پورے تفصیل کے ساتھ تمام حالات ہدیہ ناظرین کریں گے۔

ام المومنین بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا

انکی تقریب کے لیے اسی قدر بس ہے۔ کہ یہ خلیفہ ثانی عمرؓ کی بیٹی ہیں اسلامی جذبات کے اعتبار سے تو عمرؓ ابوبکرؓ سے دوسرے درجے میں تھے۔ اور اسی وجہ سے خلافت بھی ان کو ابوبکرؓ کے بعد ملی۔ اور ابوبکرؓ ہی کی وصیت سے ملی۔ مگر فتوحات کے اعتبار سے تمام صحابہ میں بس انہی پر نظر پڑتی ہے۔ اور یہی سب میں پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔ چونکہ دونوں کی خلافتیں اغراض نفسانی کے سائے سے بالکل پاک تھیں۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ کا انتخاب پیش تھا۔ ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ تم خلافت قبول کرو۔ عمرؓ نے جلدی سے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بظاہر میں دونوں دوست تھے۔ مگر اسلام کی خیر خواہی میں یک جان دو قالب باایں ہمہ دونوں میں منافستہ بھی تھی۔ تو وہی دوستانہ منافستہ ﴿وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون﴾ دونوں پیغمبر صاحب کے ساتھ تقرب میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتے تھے۔ غزوۂ تبوک کے لیے پیغمبر صاحب نے اصحاب سے چندے کی تحریک کی۔ تو جس سے جتنا بن پڑا دے نکلا۔ عمرؓ نے آدھا مال لا حاضر کیا اور سمجھے کہ آج میں ابوبکرؓ پر ضرور بازی لیجاؤنگا مگر بعد کو معلوم ہوا۔ کہ ابوبکرؓ اپنا سارا مال چندے میں دے چکے ہیں۔ یہی دوستانہ منافستہ ممدوح اور ماجور ہم سمجھتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے ساتھ حفصہؓ کا نکاح بھی اسی دوستانہ منافستہ کی وجہ سے ہوا۔ جو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان قائم تھی کہ دونوں پیغمبر صاحب کے ساتھ تقرب کے طالب تھے ابوبکر اپنی بیٹی عائشہؓ پیغمبر صاحب کو دے چکے تھے۔ حفصہ پیغمبر صاحب کے ۳۵ برس چھوٹی

یعنی فاطمہ کی ہم سن تھیں۔ انکا پہلا نکاح خنیس بن حذافتہ السہمی سے ہوا۔ دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے مدینے آئے۔ خنیس جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ پھر چند روز بعد مدینہ میں انتقال کر گئے۔ حفصہ بیوہ ہو گئیں۔ وہ لوگ ہم ہندوستان کے مسلمانوں جیسی چھوٹی غیرت تو رکھتے نہ تھے۔ عدت گزرنے پر خود عمرؓ نے ابوبکرؓ اور عثمانؓ کو جنکی بیوی پیغمبر کی صاحبزادی رقیہ انتقال فرما گئی تھیں حفصہ کے نکاح کا پیام دیا ہمارے نزدیک حفصہ کے بیوہ ہوتے ہی عمرؓ حفصہ کے پیغمبر صاحب کو دینے کا خیال آیا ہوگا۔ مگر مارے ادب کے پیغمبر صاحب سے کہنے کا ہیاؤ نہ پڑا۔ ابوبکرؓ اور عثمانؓ کو اسی غرض سے پیام دیا کہ بات پیغمبر صاحب کے کانوں میں پڑے۔ وہ خود حفصہ کے حقوق ہجرت اور بیوگی اور پدری خدمات کا خیال کر کے حفصہ کے نکاح کی طرف راغب ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حفصہؓ امہات المومنین میں داخل ہو گئیں۔ حفصہؓ کی خصوصیتوں میں اتنی باتیں ہیں۔ کہ عمرؓ کے خاندان کی عورتوں میں بھی پڑھنے لکھنے کا چرچا تھا۔ عمرؓ کے ایمان لانے کے بیان میں معلوم کر چکے ہو کہ عمرؓ کی بہن فاطمہ اور انکے شوہر سعید بن زید عمرؓ سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ عمرؓ نے دفعتًہ ان لوگوں کو قرآن پڑھتوں کو جا لیا۔ اور سورۂ حدید کی شروع کی آیتیں پڑھکر ایمان لے آئے ابوبکرؓ نے اپنی خلافت میں جو اول بار قرآن جمع کرایا قرآن کا وہ پہلا نسخہ حفصہؓ ہی کی امانت تھا۔ حفصہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ امہات المومنین میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور پرہیزگار تھیں۔ اور وہ پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد گوشہ نشین ہو گئی تھیں۔ لوگوں سے ملتی جلتی کم تھیں حفصہؓ اور عائشہؓ میں ویسی ہی دوستی محبت تھی جیسی ابوبکرؓ اور عمرؓ میں۔ یہانتک کہ جب عائشہؓ علیؓ سے ناخوش ہو کر طلحہ اور زبیر کے ساتھ جا لی تھیں حفصہؓ بھی عائشہ کے طرفدار تھیں تھیں۔ مگر ان کے بھائی عبداللہ ان کو سمجھا کر واپس لوا لائے تھے۔ حفصہؓ نے ۵۹ برس کی عمر میں

جمادی الاولیٰ سنہ ہجری میں انتقال فرمایا ✤

ام المومنین بی بی زینبؓ ام المساکین

انکے والد خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ تھے اور والدہ ہند بن عوف۔ چونکہ انکی چھٹی پشت میں ہلال ہو گزرے ہیں۔ اُن ہی کی ناموری کی وجہ سے یہ ہلالیہ کہلاتی تھیں یعنی بنو ہلال قبیلہ میں کی۔ مگر ازبسکہ مساکین کی بہت پرداخت کرتی رہتی تھیں ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔ یہ پیغمبر صاحب سے عمر میں ۳۷ برس چھوٹی تھیں انکا پہلا نکاح پیغمبر صاحب کے پھوپی زاد بھائی عبداللہ بن حجش سے ہوا تھا۔ وہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے۔ اسلام اور ہجرۃ اور بیوگی اور مساکین کی ہمدردی اور رشتہ داری اتنی باتیں پیغمبر صاحب کو زینب کے ساتھ نکاح کرنیکی داعی ہوئیں۔ اور عورتیں بھی پیغمبر صاحب کے نکاح میں آنے کو اپنے حقوق کا کافی معاوضہ سمجھی تھیں۔ زینب سے صرف دو تین مہینے پیغمبر صاحب کے نکاح میں رہکر مدینے میں انتقال کیا۔ پیغمبر صاحب نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ پیغمبر صاحب ہی نے ان کو قبر میں اُتارا اور قبرستان بقیع میں دفن ہوئیں ✤

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام ہند کنیت ام سلمہ باپ کا نام ابو امیہ اور ماں کا عاتکہ ابو امیہ عرب کا ایک بڑا حاجی اور مشہور بہادر اور قریش کا نامور اور معزز سردار تھا۔ بی بی ام سلمہ باپ کی طرف سے قریش اور ماں کی طرف سے کنانی تھیں کیونکہ انکی ماں عاتکہ کنانی کی بیٹی تھیں ✤

بی بی ام سلمہ کی ولادت پیغمبر صاحب کی نبوت سے نو برس پہلے ہوئی تھی یعنی جسوقت یہ پیدا ہوئیں پیغمبر صاحب کی عمر ۳۱ برس کی تھی انکی پہلی شادی عبدالاسد مخزومی کے فرزند ابو سلمہ کے ساتھ ہوئی جو ان کا چچازاد بھائی تھا یہ ان لوگوں میں تھیں جو راستی طبیعت کے تقاضے سے اسلام کی منادی سننے کے ساتھ بچون وچرا پیغمبر صاحب پر ایمان لے آئے اور بقدر رسائی دوسروں کو ترغیب دی چنانچہ انہوں نے اپنے شوہر ابو سلمہ کو سمجھایا اور وہ بھی السابقون الاولون کے زمرہ میں داخل ہوگئے۔ جو مسلمان شروع میں اپنے دین کی خاطر حبشہ نکل بھاگے ان میں ام سلمہ اور ان کے شوہر ابو سلمہ بھی تھے دونوں میاں بی بی کئی برس تک حبشہ میں رہے وہیں انکے پہلوٹی کا بیٹا سلمہ پیدا ہوا جس وجہ سے باپ ابو سلمہ کہلایا اور ماں ام سلمہ ان کے ایک بیٹا عمر اور دو بیٹیاں زینب اور درہ تین بچے اور بھی ہیں مگر وہ سب سلمہ کے بعد کے ہیں۔

ام المومنین ام سلمہ کے حالات میں ان کی ہجرت خصوصیت کے ساتھ ذکر کے قابل ہے ہجرت کے معنی ہیں ترک وطن مگر ترک وطن ایک ہوتا ہے اختیار سے ایک ہوتا ہے مجبوری اور اضطرار سے تو جو ہجرت مسلمانوں میں متعارف ہے اور ام سلمہ کی ہجرت بھی اسی قسم کی تھی وہ ترک وطن تھا مجبوری اور اضطرار سے کہ شروع کے مسلمان کفار کے مظالم سے بچنے کے لئے تین مرتبہ مکہ سے نکل نکل بھاگے ہیں دو مرتبہ حبشہ اور آخری مرتبہ مدینہ اصلی ہجرت بھی مدینہ کی ہجرت ہے جسمیں خود پیغمبر صاحب شامل تھے اور اسی سے سنہ ہجری چلا ہے۔

نو مسلموں کو ہجرت حبشہ کا حکم ہوا تو پیغمبر صاحب کی صاحبزادی بی بی رقیہ اور ان کے شوہر عثمان کے بعد سب سے پہلے بی بی ام سلمہ اپنے شوہر سمیت حبشہ ہجرت کر گئیں کچھ عرصہ بعد مکہ میں حضرت حمزہ اور حضرت عمر جیسے شیر دل اور بہادر

لوگوں کے مشرف باسلام ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے کچھ امن ہوگیا تھا گو پورا اطمینان تو اب بھی نہ تھا مگر ویسی مار دھاڑ اور آبرو ریزی نہ تھی جیسی پہلے ہوتی تھی مکہ میں امن ہونے کی خبر مہاجرین حبشہ کو پہونچی تو وہ یکے بعد دیگرے پھر مکہ میں سمٹ آئے۔ بی بی ام سلمہ بھی اپنے شوہر اور بچے سمیت مکہ لوٹ آئیں لیکن انھیں مکہ آئے چند روز گذرے تھے کہ پیغمبر صاحب اور مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم ہوا۔ بی بی ام سلمہ بھی ہجرت کی تیاری میں مصروف ہوئیں۔ اور نو مسلموں کے ایک مختصر قافلہ کے ساتھ مدینہ کی طرف چل کھڑی ہوئیں۔

مورخ ابن اسیر نے بی بی ام سلمہ کی مدینہ کی ہجرت کا واقعہ نہایت موثر اور پُر درد لفظوں میں انھیں کی زبان سے ادا کیا ہے بس بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اس واقعہ کو بی بی ام سلمہ ہی کی زبان سے انہیں کے لفظوں میں بیان کریں۔

بی بی ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب مسلمان ہجرت مدینہ کی تیاریاں کر رہے تھے تو میرے شوہر ابو سلمہ اور ان کے ساتھ میں بھی سفر کی تیاری میں مصروف تھی اپنے شوہر و وطن اور اپنے خانماں کے چھوڑنے اور غیر جگہ غیر آدمیوں میں بود و باش کرنے کا کس کو افسوس نہیں ہوتا اور اس خصوص سے نو مسلم مہاجرین بھی مستثنےٰ نہیں تھے مگر انہوں نے اپنے دین کی حفاظت اپنے ایمان کے بچاؤ کی خاطر ان سب باتوں کو بالائے طاق رکھا اور نہایت خوشی اور شادمانی کے ساتھ راہ غربت میں گام زنی کرنے کو تیار ہوگئے اس موقعہ پر میرے شوہر ابو سلمہ کے پاس صرف ایک اونٹ تھا اور ہم تین آدمی سوار ہونے والے تھے ایک میں اور دوسرا میرا ننھا سا بچہ سلمہ اور تیسرا میرا شوہر ابو سلمہ اس موقع پر اتنی گنجایش نہ تھی کہ ہم دوسرا اونٹ خرید کر آسایش کے ساتھ سفر طے کرتے مجبوراً اسی ایک اونٹ پر میرے شوہر ابو سلمہ نے مختصر سا سامان لادلیا اور کجاوہ کس مجھکو اوپر بٹھا بچے کو میری گود میں دے خود اونٹ کی نکیل ہاتھ

میں لے روانہ ہو گئے بنو مغیرہ کو جب ہمارے چلنے کی خبر ہوئی اور یہ میرے میکے کے لوگ تھے تو انہوں نے آکر میرے شوہر ابوسلمہ سے مزاحمت کی اور سختی سے کہا کہ تم ہماری لڑکی کو کہاں لئے جاتے ہو تمہیں اپنی ذات کا اختیار ہے جہاں چاہو خدائی خوار مارے مارے پھرو ہم اپنی لڑکی کی تو یوں مٹی خراب ہونے نہیں دینگے بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ عورت ذات اور وہ بھی بچہ والی یوں بے سروسامان جنگلوں اور بیابانوں میں تمہارے ساتھ سرگرداں پھرے اس وقت میرے شوہر کی اور اُن سے بہت زیادہ میری بُری حالت تھی میں اونٹ پر بیٹھی رو رہی تھی اور میرے شوہر ابوسلمہ مجبوری اور بیکسی کی حالت میں مایوسانہ نظروں سے بار بار مجھے دیکھتے تھے آخر کار میرے میکے والوں کے میری غربت اور بیکس شوہر کے ساتھ سے جبراً اونٹ کی نکیل چھین لی اور مجھے اُلٹا میکے کی طرف لے چلے اسوقت جو قلق مجھپر گذرا بیان سے باہر ہے میں زار زار قطار روتی جاتی تھی اور پیچھے مڑ مڑ کر اپنے شوہر ابوسلمہ کو دیکھتی جاتی تھی۔

اسی اثنار میں میرے سُسرال والے بنو عبدالاسد آ پہونچے۔ غالباً انکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ میرے میکے والوں نے میرے شوہر کے ساتھ بیجا زیادتی کی ہے انہوں نے آتے کے ساتھ ہی نہایت طیش اور بیرحمی کے لہجہ میں میرے میکے والوں کی طرف روئے سخن کر کے کہا اگر تم اپنی لڑکی پر قبضہ کرتے ہو اور اس کو اسکے شوہر کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو ہم اپنے بچہ کو تمہاری لڑکی کے پاس ہرگز نہیں چھوڑ دینگے الغرض میری سُسرال والوں نے میرے بچہ سلمہ کو زبردستی میری گود سے چھین لیا۔ اب میری نظر میں دُنیا اندھیری تھی شوہر سے چھوٹنے کا جو رنج تھا سو تھا اپنے ننھے سے بچے کی مفارقت کا وہ صدمہ تھا جس کا دسواں حصہ بھی بیان کرنا میرے امکان سے خارج ہے۔ الغرض میرے میکے والے اپنے ساتھ مجھے لے آئے

اور میرے بچے سلمہ کو سسرال والے لے گئے۔ اور میرے شوہر ابو سلمہ کو ہجرت مدینہ کا حکم تھا۔ وہ خدا رسول کے حکم کی عدول حکمی کیونکر کر سکتے تھے مجھے اور بچے کو چھوڑ سیدھے مدینہ پہونچے مجھے اپنے شوہر بالخصوص اپنے بچے کی جدائی کا صدمہ کسی پہلو پر چین نہیں لینے دیتا تھا۔ اور میرے میکے کا وسیع اور آباد گھر میرے لیے قید خانہ سے کسی طرح کم نہ تھا رات جوں توں کرکے جس طرح بن پڑی کاٹی صبح ہوتے ہی گھر سے نکل میدان کے ایک ٹیلہ پر آبیٹھی اور شام تک برابر روتی رہی اب سے روزانہ میرا یہی کام تھا کس کا کھانا۔ کس کا سونا کس کا بولنا۔ بات کرنا۔ رات گھر آ گر منہ لپیٹ پڑ رہی اور صبح سویرے میدان کے ٹیلے پر جا بیٹھی اور شام تک روتی رہی ہرچند میں اپنے آپ کو بہت سنبھالتی تھی مگر آنکھوں کے آنسو کسی طرح تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے بیاختہ دل بھر بھر آتا تھا اور کلیجہ بے قابو ہوا جاتا تھا ایک سال یا اس سے کچھ کم میرا یہی حال رہا۔ اسکے بعد بنو مغیرہ میں کا ایک شخص جو رشتہ میں میرا چچازاد بھائی ہوتا تھا میرے پاس ملنے کے لئے آیا اور میری اس بیکسی اور حالت زار کو دیکھکر سخت افسوس کیا اس نے میری بہت کچھ ڈھارس بندھائی اور کہا تو زیادہ غمگین و ملول نہ ہو میں تیرے خاندان کے لوگوں سے تیری سفارش کرکے تجھے مدینہ پہونچا دیتا ہوں۔

یہ کہکر اس نے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور سردار قبیلہ کو میری حالت زار پر متوجہ کرکے کہا کہ آپ اس مسکین کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے افسوس ہے کہ اتنے عرصہ سے یہ دکھیا اپنے بچے اور شوہر کی مفارقت میں بے چین و بے قرار ہے تمہارے پتھر سے زیادہ سخت دل اس کی بے چینی اور درد کا احساس نہیں کر سکے لوگ اس کی اس تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بیچون وچرا سب نے مجھے مدینہ چلے جانے کی اجازت دے دی اس اثنا میں میرے سسرال والوں نے میرے

بچے سلمہ کو بھی میرے پاس پہونچا دیا اب میں اپنے بچے کو گود میں لے اونٹ پر سوار ہوئی اور تنہا مدینہ کی طرف چل کھڑی ہوئی۔ اس وقت خدا کے سوائے اور کوئی میرے ساتھ نہ تھا میں رستے سے بالکل واقف نہ تھی۔ نہ کوئی پڑاؤ اور مقام مجھے معلوم تھا خدا کو یاد کرتی جنگل بیاباں میں چلی جاتی تھی جب میں موضع تنعیم میں پہونچی تو طلحہ کا بیٹا ابو طلحہ کا پوتا عثمان سامنے سے آتا دکھائی دیا جو کسی غرض سے مکہ جاتا تھا جب وہ قریب آیا تو مجھے پہچان کر بولا اے ابو امیہ کی بیٹی! کہاں جاتی ہے؟ میں نے کہا مدینے اپنے شوہر ابو سلمہ کے پاس۔ کہا کیا کوئی تمہارے ساتھ آدمی ہے میں نے جواب دیا خدا اور بچے کے سوائے کوئی تیسرا شخص میرے ساتھ نہیں ہے یہ سنکر اس شریف نہاد نیک ذات نے میرے اونٹ کی مہار ہاتھ میں لی اور آگے آگے دن بھر چلتا رہا میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ عثمان سے زیادہ ہمدرد مصیبت میں کام آنے والا آدمی میں نے تو دیکھا نہیں جب وہ کسی پڑاؤ یا منزل پر پہونچتا مجھ سے الگ آڑ میں کھڑا ہو جاتا میں اتر لیتی تو اونٹ کو کسی درخت کے سایہ میں باندھ دیتا اور خود وہیں پڑ رہتا چلنے کا وقت ہوتا تو اونٹ کے پاس آکھڑا ہوتا اور نہایت سہولیت کے ساتھ مجھے اور میرے بچے سلمہ کو سوار کر کے آگے کو روانہ ہوتا الغرض ہم کئی روز تک اسی طرح چلے گئے یہانتک مدینے پہونچ کر جب اسکی نظر عمرو بن عوف کی بستی قبا پر پڑی تو کہنے لگا تمہارا شوہر ابو سلمہ اسی بستی میں مقیم ہے اب اپنے شوہر کو تلاش کر لو میں مکے جاتا ہوں میں اونٹ پر سے اتری اور خدا کی برکت و مہربانی کے ساتھ محلہ قبا میں داخل ہوئی۔ ابو سلمہ جب مجھے مل گئے تو عثمان مکے واپس چلا گیا۔ اس کے بعد بی بی ام سلمہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ اسلام کی خاطر جو مصیبت ابو سلمہ کی بیوی یعنی میں نے جھیلی ہے ویسی مصیبت مہاجرین

کے کسی اہل بیت نے نہیں جھیلی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ میں نے اپنی
عمر بھر کسی مصاحب اور ساتھی کو ایسا رحمدل ایسا ہمدرد و ایسا مصیبت میں کام
آنے والا نہیں دیکھا جیسا کہ طلحہ کے بیٹے عثمان خدا اس پر رحم کرے اور توفیق
اسلام عنایت فرما کر جنت نصیب فرمائے۔ کہا جاتا ہے کہ جس مسلمان بی بی نے
سب سے پہلے مدینہ ہجرت کی ام سلمہ ہیں ان کے شوہر ابوسلمہ پیغمبر صاحب کے
بڑے جلیل القدر اور با وقعت صحابی تھے جنہوں نے اسلام اور پیغمبر صاحب
اسلام کی خدمت میں جان تک راہِ خدا میں قربان کر ڈالی۔ بی بی ام سلمہ کو مدینہ
آئے ہوئے پورے دو سال بھی نہیں ہوئے تھے کہ پیغمبر صاحب کو معرکہ جنگ
پیش آیا اور ان کے شوہر ابوسلمہ اِس معرکہ میں شہید ہوئے اب تو بی بی سلمہ پر گویا
مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور ان کی آنکھوں میں دُنیا اندھیر ہو گئی۔ سچ ہے اسلام
پر یعنی اسلام کی خاطر جتنی مصیبتیں ام سلمہ نے جھیلیں کسی اور مسلمان مہاجر بی بی
نے نہیں جھیلیں اور اسی وجہ سے ان کی دلجوئی اور تسلی بجز اس کے اور کسیطرح
ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ خود پیغمبر صاحب علیہ السلام اُن کو اپنی زوجیت کا شرف
عنایت فرمائیں اور آخر کار ایسا ہی ہوا۔ بی بی ام سلمہ کے ہاں ابوسلمہ سے اُنکے
حین حیات دو بیٹے سلمہ اور عمر اور ایک بیٹی ذرہ یہ تین اولادیں پیدا ہو چکی تھیں
جب ابوسلمہ معرکہ بدر میں شہید ہوئے تو بی بی ام سلمہ حاملہ تھیں بعد کو زینب پیدا
ہوئیں جو آخر کار جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ کہلائیں۔ ابوسلمہ کے
شہید ہونے کا بی بی ام سلمہ کو اس درجہ صدمہ ہوا کہ مدتوں ان کی آنکھوں کے
آنسو خشک نہیں ہوئے اگرچہ مدّتِ عدت گزر جانے کے بعد بہت لوگوں
نے انکو نکاح کا پیام دیا مگر انہوں نے صاف طور پر کہدیا کہ میں اپنے بچوں
کی پرورش کرونگی اور ان سے اپنے دل دردمند کو تسلی دونگی۔ دوسری شادی

کروں گی تو انکی مٹی خراب ہوگی۔

حضرت ابوبکرؓ نے جو نہایت رقیق القلب اور رحمدل تھے اور جنکی توجہ نومسلموں کی مدارات و دلجوئی میں ہمیشہ مصروف رہتی تھی۔ اور اسی وجہ سے اُنہوں نے اکثر مسلمان لونڈی غلاموں کو اُن کے کافر آقاؤں کے پنجہ ظلم سے چھڑانے کی غرض سے منہ مانگے داموں پر خرید کر آزاد کیا تھا بی بی ام سلمہ کو نکاح کا پیام دیا اور انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب کو اُن کے پاس بھیجا اور اُنہوں نے جا کر کہا پیغمبر صاحب تمکو اپنے نکاح کا پیام دیتے ہیں بی بی ام سلمہ نے کہا عمر تم پیغمبر صاحب سے جا کر کہو کہ میں ایک عورت ہوں غیور یعنی میری طبیعت سخت غیرتمند واقع ہوئی ہے اور قطع نظر میرے کئی بچے ہیں اور میرا کوئی ولی وارث یہاں موجود نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا پیغمبر صاحب نے فرمایا میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ تمہاری ناواجب غیرت کو تمہاری طبیعت سے نکال دیگا۔ رہے تمہارے بچے ان کی کفالت میرے ذمے۔ یہ سنکر بی بی ام سلمہ راضی ہو گئیں اور ان کے بیٹے سلمہ نے اپنی ولایت سے ان کا نکاح پیغمبر صاحب سے کر دیا نکاح سنہ ۴ھ میں ہوا۔ بی بی ام سلمہ کا انتقال شوال کے مہینے سنہ ۶۲ھ میں ہوا۔ اسوقت ان کی عمر ۸۴ برس کی تھی۔ ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں انہی کا انتقال ہوا۔ ان کے انتقال سے کچھ پہلے سنہ ۶۱ھ میں حسینؓ ابن علی موضع کربلا میں شہید ہوئے۔ جس روز حسین ابن علی کربلا میں شہید ہوئے۔ بی بی ام سلمہ نے مدینے میں اسی روز اس واقعہ کی خبر شائع کر دی تھی۔ چنانچہ ترمذی نے ابو رافع کی بیوی سلمیٰ سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز ام سلمہ کے پاس گئی دیکھتی ہوں کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں میں نے رونے کا سبب پوچھا تو لگیں کہنے میں نے ابھی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وحشتناک حالت

میں دیکھا کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی مبارک کے بال خاک آلود ہیں۔ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھکر عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا کیا حال ہے کہ سر اور ڈاڑھی مبارک کے تمام بال خاک آلود ہو رہے ہیں۔ فرمایا ام سلمہ میں ابھی مقتل حسین میں گیا تھا اور وہیں سے آ رہا ہوں۔ سلمہ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے چند روز بعد میں نے سنا کہ قتل حسین کی خبر مدینے کے ہر چہار طرف گشت کر رہی ہے۔ بی بی ام سلمہ کا انتقال ہوا تو بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور پیغمبر صاحب کے اصحابیوں نے بقیع میں جہاں اور امہات المومنین مدفون تھیں انکو دفن کیا۔

ام المومنین زینب بنت حجش رضی اللہ عنہا

ان کا زینب کنیت ام الحکم باپ کا نام حجش ماں کا امیمہ۔ امیمہ عبد المطلب کی بیٹی اور پیغمبر صاحب کے والد عبد اللہ کی سگی بہن تھیں۔ اس لحاظ سے بی بی زینب پیغمبر صاحب کی حقیقی پھوپی زاد بہن ہوئیں اور یہی قریب رشتے کے ایک ایسی خصوصیت تھی جو بی بی زینب کے سوائے ازواج مطہرات میں سے کسی ام المومنین کو نصیب نہیں ہوئی اور اسی پر ان کو بہت بڑا ناز بھی تھا پیغمبر صاحب کے ساتھ نکاح ہونے سے پہلے ان کا نام برہ تھا چونکہ پیغمبر صاحب کو اس قسم کے نام ناپسند تھے آپ نے ان کا نام بدل کر زینب رکھا یہ قدیمت السلام اور مہاجرات میں داخل تھیں جب یہ مدینے کے ہجرت کر آئیں تو ان کی عمر پورے تیس برس کی تھی عرب میں عورت کے نکاح کے لیے عمر کا کوئی معیار مقرر نہ تھا کبھی تو پانچ چھ برس کی لڑکی بیاہ دی جاتی تھی اور کبھی چالیس پچاس تک شادی نہیں ہوتی تھی

بی بی زینب باوجودیکہ تیس برس سے تجاوز ہو چلی تھیں مگر ابھی تک انکی شادی نہیں ہوئی تھی سنہ ۳ ہجری میں پیغمبر صاحب نے اپنے متبنے زید بن حارث کے ساتھ ان کا نکاح کیا۔

زید بن حارث اصل میں ایک نہایت شریف النسب آدمی تھے اور عرب کے اس مشہور قبیلے میں سے تھے جو بنی طے کے نام سے پکارا جاتا تھا اور جس میں حاتم طائی بڑا نامور سخی گزرا تھا اسلام سے پہلے ان کی ماسعدی قافلے کے ساتھ انکو لیکر کہیں جاتی تھیں عرب کے خانہ بدوش اور لٹیروں نے قافلہ پر حملہ کیا اور اہل قافلہ کا سارا مال و متاع چھین لیا زید کو بھی پکڑے گئے اس وقت دستور تھا اور ابتک بھی ہے کہ لوگ بچوں کو زبردستی پکڑے جاتے اور غلام بنالیتے ہیں ابھی آٹھ یا نو برس کی عمر تھی کہ زید عرب کے مشہور بازار عکاظ میں آکر فروخت ہوئے بی بی خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے اپنی پھوپی خدیجہ کے لئے چار سو درہم کو خریدا اور جب بی بی خدیجہ نے پیغمبر صاحب سے نکاح کیا تو زید کو آپ کے ملک میں دیدیا پیغمبر صاحب نے ان کو غلام کی طرح نہیں رکھا بلکہ فوراً آزاد کر دیا اور چونکہ ان کی ہوشمندی اور نیک مزاجی پیغمبر صاحب کو معلوم تھی سے

بالائے سرش ز ہوشمندی — می تافت ستارہ بلندی

نہایت محبت کے ساتھ ان کو اپنے پاس رکھا تھوڑے دنوں بعد زید کے چچا ان کی تلاش میں مکے آئے اور انھیں پہچان کر اپنے ساتھ لیجانا چاہا۔ لیکن زید نے پیغمبر صاحب کے ترک صحبت کو گوارا نہیں کیا پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ زید! تمہارا جی چاہتا ہو تو چلے جاؤ۔ لیکن انہوں نے چچا کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور آخر نہیں گئے۔ پیغمبر صاحب کو جب معلوم ہوا کہ زید درحقیقت

غلام نہیں ہے بلکہ قبیلہ بنی طے کا شریف زادہ ہے تو آپ نے زید کو اپنا متبنیٰ
کر لیا اسوقت تب متبنیٰ کے بارہ میں کوئی حکم خدا کی طرف سے صادر نہیں ہوا تھا اور
متبنیٰ بیٹوں کے ساتھ ہر طرح پر صلبی بیٹوں کی سی مدارات کیجاتی تھی اور اب تک
بھی ہندوستان کے مسلمانوں کا قریب قریب یہی حال ہے الغرض زید بن
حارث اب زید بن محمد پکارے جانے لگے مگر چونکہ کچھ دنوں تک غلامی کے
حالات میں رہ چکے تھے بعض لوگ اب بھی ان کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے
پیغمبر صاحب کو زید بہت عزیز تھے اور اسی وجہ سے آپ نے ان کا
نکاح اپنی آزاد لونڈی ام ایمن سے کر دیا تھا جن کی آغوش محبت میں خود پیغمبر
صاحب نے پرورش پائی تھی ان کے بطن سے اسامہ پیدا ہوئے جو آخر
میں بڑے جری اور بہادر شہسوار ثابت ہوئے ام ایمن کا انتقال ہو گیا تو
پیغمبر صاحب نے ان کا نکاح ثانی پھوپی زاد بہن زینب سے کرانا چاہا مگر
زینب اس نکاح سے ناخوش تھیں۔ کیونکہ زید اگرچہ پیغمبر صاحب کے متبنیٰ
کہلاتے تھے مگر تھے تو غلام آزاد۔ آخر پیغمبر صاحب نے بہت اصرار کیا
اور اسی موقع پر سورۂ احزاب کی آیۃ نازل ہوئی وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى
اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ
فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (الاحزاب ۵۶)

ترجمہ۔ اور کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کو شایاں نہیں کہ جب اللہ اور
اس کا رسول (ان کے بارے میں) کوئی بات ٹھہرا دیں تو (اپنی رائے کو دخل
دیں اور) اس بات میں ان کا اپنا اختیار (باقی) رہے اور جو شخص اللہ اور اُسکے
رسول کی نافرمانی کریگا وہ صریح گمراہی میں پڑ جاوے گا۔

اس آسمانی حکم کو سنکر بی بی زینب مجبور ہو گئیں اور انہوں نے پیغمبر صاحب کے

حکم کے موافق زید کو اپنا شوہر تسلیم کر لیا یعنی ان کا نکاح زید سے ہوگیا۔ نکاح ہوتے تو ہوگیا مگر میاں بی بی میں موافقت نہ آئی۔ یہاں تک کہ زید زینب کے چھوڑنے پر آمادہ ہوگئے۔ پیغمبر صاحب نے ان کو بہتیرا سمجھایا لیکن طبیعتوں میں ناموافقت ہوتی ہے تو میاں بی بی کے تعلق میں لطف باقی نہیں رہتا۔ آخر زید نے زینب کو طلاق دے ہی دی۔ اب پیغمبر صاحب کو کئی مشکلیں پیش آئیں سب سے پہلے زینب کی دلجوئی کہ ان کو پیغمبر صاحب نے زید سے بیاہ دیا تھا اور وہ نکاح ان کو ناگوار تھا اب اس پر طلاق کا دیا جانا یہ دوسری ناگواری اور اس کے ساتھ خدا کو منظور ہوا کہ متبنے کی رسم بد بھی موقوف کی جائے یہ بے پالک نہ بنائیں بلکہ بے پالک کو صلبی بیٹے کی طرح نہ سمجھے اور نہ صلبی بیٹے سے ان کے حقوق تسلیم کیے جائیں اور جب ایک شخص دنیا میں اصلاح کرنی چاہتا ہے تو سب سے عمدہ تدبیر اس اصلاح کے جاری کی یہ ہے کہ خود اس پر عمل کرکے اپنا مونہ دوسروں کو دکھائے اب یہ موقع تھا کہ زینب کی دلجوئی کے لیے خود پیغمبر صاحب ان سے نکاح کرلیں مگر معلوم تھا کہ متبنے کی بی بی سے کرنا صلبی بیٹے کی بی بی سے نکاح کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے اگر پیغمبر صاحب زینب سے نکاح کرتے تو زینب کی دلجوئی اور نہ متبنے کی رسم کی اصلاح ہوسکتی تھی لوگ یہ حجت کرتے کہ خود پیغمبر صاحب کو ایسا موقع ملا اور دوسروں سے کرانا چاہتے تھے آپ نہ کیا اور نکاح کرنے میں یہ قباحت تھی کہ رسم مروجہ کے مطابق نہایت مکروہ الزام پیغمبر صاحب کے ذمہ عائد ہوتا بیشک پیغمبر صاحب بتقاضائے بشری اس وقت بہت ہی متردد ہوئے ہونگے مگر آخرکار اصلاح کا پہلو غالب رہا اور آپ نے خود زینب سے نکاح کرلیا اور کرنا چاہیے تھا اور اصلاح کے واسطے پیغمبر صاحب نے خود اپنا نمو

دکھایا تاکہ جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے متبنیٰ کے بارے میں ذرا نہ ہچکچائے اور متبنیٰ کو صلبی بیٹا نہ سمجھے۔ پیغمبر صاحب کے اِس نکاح کی کیفیت سورۂ احزاب کی ایک آیت میں اسطرح پر بیان کی گئی ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْہَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَہَا لِکَیْلَا پھر جب زید اس دعورت یعنی زینب) اسے بے تعلقی کرچکا (یعنی) طلاق دیدی اور عدت کی مدّت پوری ہوگئی یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِہِمْ تو ہمنے دا اے پیغمبر) تمہارے ساتھ اس عورت کا نکاح کردیا د عام) مسلمانوں کے لے پالک جب اپنی بی بیوں سے اِذَا قَضَوْا مِنْہُنَّ وَطَرًا وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا بے تعلق ہوجائیں تو مسلمانوں کے لیے ان دعورتوں سے نکاح کر لینے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے پیغمبر صاحب کا یہ نکاح ۵ ہجری میں ہوا اور بذریعہ وحی ہوا حضرت انس کا بیان ہے کہ جب زینب کی عدت کی مدّت ختم ہوئی تو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارث سے فرمایا کہ زینب کے پاس جاؤ اور میرے نکاح کا پیام دو۔ زید گئے اور بی بی زینب کے دراز مکان کی طرف پشت کرکے کہا زینب جناب پیغمبر صاحب تم کو اپنے نکاح کا پیام دیتے ہیں۔ زینب یہ پیام سنکر مارے خوشی کے سجدے میں گر پڑیں اور زید سے کہا تاوقتیکہ میں اس بارے میں خدائے عزوجل سے مشورہ نہ لے لوں کوئی جواب نہیں دے سکتی اِس موقع پر جناب پیغمبر صاحب پر آیہ فلما قضیٰ الخ نازل ہوئی بی بی زینب نے نہایت مسرت کے ساتھ پیغمبر صاحب کا پیام منظور کیا اور ان کا نکاح پیغمبر صاحب سے ہوگیا اِس بنا پر بی بی زینب ازواج مطہرات کے مقابلے میں فخر اکیا کرتی تھیں کہ میرا نکاح خود خدا نے آسمان پر کیا ہے اور تمہارا نکاح تمہارے باپوں نے زمین پر کیا۔ امہات المومنین میں سوائے زینب کے کوئی بی بی حضرت عائشہ کے مدِمقابل نہ تھی یہی انکا مقابلہ کرتی تھیں اور اکثر ایسے مواقع پر غالب

رہتی تھیں یہ ایسی راستباز اور منصف مزاج تھیں کہ باوجود رقابت اور مقابلے کے حضرت عائشہ کے افک کے مقدمے میں نفس الامری واقعے کے خلاف ایک لفظ بھی تو نہیں کہا۔ چنانچہ عائشہؓ لکھتی ہیں کہ منافقوں نے مجھ پر تہمت لگائی تو پیغمبر صاحب نے زینب سے میری بابت دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے علم میں عائشہؓ بالکل بے لوث ہیں۔

بی بی زینب نہایت سخی اور فیاض عورت تھیں اور انکی طبیعت میں تحمل اور ہمدردی کا قدرتی مادہ تھا اپنے ہاتھ سے چمڑے کو دباغت دیتیں اور جتنی کچھ اس سے آمدنی ہوتی محلے کے یتیموں اور محتاجوں کو تقسیم کر دیتیں پیغمبر صاحب نے ان ہی کے حق میں فرمایا تھا اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا یعنی تم میں سے جس کے ہاتھ دراز ہیں وہی مجھ سے جلدی ملے گی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پیغمبر صاحب کی اس حدیث کو سنکر تمام ازدواج مطہرات اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں کہ دیکھیں کس کے ہاتھ لمبے ہیں حالانکہ پیغمبر صاحب کے اطولکن یداً سے یہ مراد تھی کہ جو تم میں زیادہ سخی اور فیاض ہے۔ سو یہ صفت بجز زینب کے اور کسی بی بی میں نہ پائی جاتی تھی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے مزدوری کرتی اور مزدوری جو حاصل ہوا ہے راہ خدا میں صرف کر دیتی تھیں اور وہی سب سے پہلے پیغمبر صاحب سے جا ملیں۔

جب حضرت عمرؓ پیغمبر صاحبؐ کے دوسرے جانشین ہوئے تو انہوں نے امہات المومنین کے ہر ایک کے لئے بارہ ہزار درہم سالانہ مقرر کیے یہ رقم ہر ام المومنین کو سال کے سال گھر بیٹھے پہنچ جایا کرتی تھی۔ بی بی زینب کو جو رقم ملتی اسے اپنے محتاج رشتہ داروں اور یتیموں کو خیرات کر دیتیں ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت عمرؓ نے ان کا سالانہ وظیفہ ان کے پاس بھیجا اور انہوں نے اسے فوراً خیرات کر دیا حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو ایک ہزار درہم لیکر خود آئے اور بی بی زینب کے سامنے

رکھد ے کہ بی بی زینب نے پردے میں سے اپنی لونڈی کو بلاکر کہا کہ اسے بھی ابھی تقسیم کردو اور دعا کی کہ خداوندا اس کے بعد عمر بن الخطاب کی عطا مجھے نہ پا سکے ام المومنین زینب کو ایسا خیال ہوا کہ مسرفہ سمجھا چنانچہ اسی سال کے آخر میں انکا انتقال ہوگیا حضرت عمرؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی اور اسامہ بن زید اور محمد بن عبد اللہ بن حجش نے قبر میں اوتارا۔ انتقال کے وقت ان کی پچاس برس کی عمر تھی کیونکہ ہجرت سے تیس برس پہلے پیدا ہوئیں سنہ ۲۰ھ میں انتقال کیا انکی قبر جنت البقیع میں ہے۔

ہم کو تو نکاح زینب کے دوائی دیکھتے ہیں کہ کس غرض سے پیغمبر صاحب نے زینب کے ساتھ نکاح کیا تو دوائی کئی ہیں (۱) زینب کا اسلام کروہ شروع کے اسلام لانے والوں میں تھیں (۲) انکا دین کی خاطر ہجرت کرآنا (۳) پیغمبر صاحب کے ساتھ انکی قرابت قریبہ کہ دونوں ماموں پھوپی کے بھائی بہن تھے (۴) باوجودیکہ انکی اپنی مرضی نہ تھی پیغمبر صاحب نے پیغمبری کے اختیار سے ان کا نکاح زید بن حارث سے کر دیا اور یہ مان گئیں عورت ذات اور عورت بھی عبد المطلب کی قریش کی نواسی اس سے بڑھکر کہ پیغمبر صاحب کی فرمانبرداری کیا کرتی ہم تو اسکو مردوں کے جہاد کے برابر سمجھتے ہیں پیغمبر صاحب کی زندگی کے واقعات میں نکاح زینب بھی ایک اہتم بالشان واقعہ ہے جسکو وقوع واقعہ کے وقت سے بڑے شد و مد کے ساتھ پیغمبر کے خلاف میں بایں بیان پیش کیا جاتا ہے کہ پیغمبر صاحب نے زینب کو اپنی زوجیت میں لینے کے اسکو زید سے طلاق دلوائی بھلا اس جھوٹ کا بھی کچھ ٹھکانا ہے شروع سے آخر تک زید کے ساتھ پیغمبر صاحب کا شفقتانہ برتاؤ کسی طرح اس بدگمانی کی اجازت نہیں دیتا زید خدیجہؓ کا زرخرید غلام تھا۔ خدیجہؓ نے پیغمبر صاحب کے غلامی میں دیا پیغمبر صاحب نے لیتے ہی آزاد کر دیا اور پھر اسکو اپنے پیارے پالا

کہ اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا یہ اسی پیار اخلاص کا اثر تھا کہ زید کے چچا نے زید کو لینا چاہا اور پیغمبر صاحب نے خوشی راضی زید کو اختیار بھی دیا مگر اسنے پیغمبر صاحب کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا غرض پیغمبر صاحب شفیق باپ کا سا برتاؤ کرتے تھے تو زید سعادتمند فرزند کا سا زید سریہ موتہ میں ۸ھ ہجری کو مارا گیا۔ زید کے شہید ہوئے پیچھے ویسی ہی پرواخت و پرورش زید کے بیٹے اسامہ کی فرماتے رہے چنانچہ عین مرض الموت میں روم کو لشکر روانہ کرنا تھا۔ ابوبکرؓ جیسے کارگذار تجربہ کار صحابیوں کے ہوتے نوعمر نو تجربہ کار اسامہ کو سپہ سالار بنایا پیغمبر صاحب اور زید کے ان خصوصیتوں کا خیال کرو تو پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا گمان ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ انہوں نے زینب کو اپنی زوجیت میں لینے کے لئے زید سے طلاق دلوائی ہو معمولی اخلاق کا آدمی بھی ایسا نہیں کر سکتا نہ کہ پیغمبر صاحب۔

پھر پیغمبر صاحب کو زینب کی ایسی ضرورت ہی کیا پڑی تھی زینب کے نکاح کے وقت چار بیبیاں پیغمبر صاحب کے پاس موجود تھیں اگر زینب حسن و جمال میں سربرآوردہ تھیں جیسا کہ معترض خیال کرتے ہیں تو وہ کوئی غیر نہ تھیں ۱۳ برس کی عمر میں ان کا پہلا نکاح زید سے ہوا۔ اسی اثنار میں بارہا پیغمبر صاحب نے ان کو ضرور دیکھا ہوگا۔ نعوذ باللہ اگر ایسے حسن پرست تھے تو زینب کی اٹھتی جوانی میں ان سے نکاح کر لیتے ؀

ام المومنین حبیبہ رضی اللہ عنہا

نام تو تھا رملہ مگر انہوں نے اپنی بیٹی کے نام پر جو ان کے پہلے شوہر عبداللہ بن حجش سے پیدا ہوئی تھیں اپنی کنیت ام حبیبہ رکھدی تھی اور اسی کنیت کے ساتھ نام سے زیادہ مشہور بھی تھیں ان کا باپ ابوسفیان بن حرب عرب کے

اس نامور اور مشہور قبیلے بنو امیہ کا معزز و ممتاز اور نہایت جری اور دلیر سردار تھا جس کی شجاعت و بہادری سارے عرب کو تسلیم تھی اور جس کی متکبرانہ عزت و جاہ کا ڈنکا ممالک مشرقیہ میں بج رہا تھا خود ابو سفیان بڑے جاہ و جلال کا آدمی تھا اور اسکی اولوالعزمیاں اور معرکہ آرائیاں اقوام روزگار میں ضرب المثل تھیں شاہان روم و فارس اسکی قدر و منزلت کرتے تھے اور ان کے پُر شوکت اور جاہ و جلال سے بھرے درباروں میں انتہا سے زیادہ اسکی عظمت و وقعت کیجاتی تھی جس زمانے میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ روم ہرقل کو تبلیغ اسلام کی غرض سے اپنا خط روانہ فرمایا ابو سفیان بیت المقدس میں موجود تھا اور ہرقل نے پیغمبر صاحب کے حالات و واقعات اس سے دریافت کیئے تھے مسلمان ہونے سے پہلے اس نے اسلام کی اشاعت اور پیغمبر اسلام کی کامیابیوں میں چند در چند رکاوٹیں پیدا کر دی تھیں مگر مسلمان ہونے کے بعد ویسی ہی اسلام کی خدمت اور اس کے رواج دینے میں کوشش بھی کی جیسی اس کے چلتی گاڑی میں روڑے اٹکائے تھے ابو سفیان کے بیٹے معاویہ جو ام حبیبہ کے حقیقی بھائی تھے اور جن کی نسل میں تراسی برس چار مہینے تک اسلامی خلافت رہی اپنے باپ سے بڑھکر اسلام کے فدائی اور جانباز ثابت ہوئے انہوں نے نہ صرف مشرقی ملکوں میں بلکہ یورپ اور افریقہ کی پہاڑیوں تک میں اسلام کا شاندار جھنڈا گاڑ دیا اور اسپین اور قرطبہ کے تاریک جنگلوں تک کو اسلام کی روشنی سے چمکیلا بنا دیا۔ ابو سفیان اسلام لانے سے پیشتر پیغمبر صاحب کا سخت مخالف تھا اور یہ مخالفت گو بظاہر اختلاف مذہب کی وجہ سے تھی مگر تاریخی واقعات بتا رہے ہیں کہ یہ اثر تھا اس خاندانی نزاع کا جو عبد مناف کے بیٹوں عبد الشمس اور ہاشم کی اولاد میں صدیوں سے چلی آتی تھی۔

قبیلہ قریش جسمیں کہ پیغمبر صاحب تھے جیسا دستور ہے اور زمانہ کے ساتھ کئی شاخوں میں منقسم ہو گیا تھا مگر تھے سب خانہ کعبہ کے متولی یا مجاور اور اسی تولیت پر انکی وجاہت اور معاش کا انحصار تھا تو آئے دن ان لوگوں میں خدمات کعبہ اور آمدنی متعلقہ خدمات کے بانٹ چونٹ پر جھگڑے اور بکھیڑے ہوا کرتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی خونریزی تک کی نوبت پہنچ جاتی تھی ہم زیادہ دور جانا نہیں چاہتے پیغمبر صاحب کی چوتھی پشت میں عبد مناف گزرے ہیں کہتے ہیں کہ ان کے دو بیٹے ہاشم اور عبد شمس جوڑواں پیدا ہوئے اِس طرح پر کہ عبد شمس کے پانوں کا تلوا ہاشم کے ماتھے سے چپاں تھا جو آخر کو کاٹ کر الگ کیا گیا یہ دیکھکر اُسوقت نجومیوں نے پیشین گوئی کی کہ ان کی نسلوں میں تلوار چلا کریگی چنانچہ ایسا ہی ہوا ہم اگر اس زمانے میں ہوتے اور کہانت بھی کرتے ہوتے تو اسی پیشین گوئی کو ادا کرتے کہ ہاشم کی نسل عبد شمس کے نسل کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہوگی اس لئے کہ عبد شمس پانوں سے ہاشم کے ماتھے کو ٹھکرا رہا ہے اس تفریق کو پیش نظر رکھنے کے لئے ہم عبد شمس اور ہاشم دونوں کے نسل کے مختصر نسب نامے بھی ذیل میں بنا دیتے ہیں۔

- عبد مناف
  - عبد شمس ــ امیہ ــ حرب ــ ابوسفیان
    - ام حبیبہ
    - معاویہ ــ یزید
  - ہاشم ــ عبد المطلب ــ عبداللہ ــ محمد رسول اللہ

عبد مناف کے دو شاخوں میں جانی دشمن تو بڑوں سے متوارث چلے آتے تھے پیغمبر صاحب کے دعوی نبوت نے وہ کیا جو آگ کے ساتھ تیل کیا کرتا ہے بھلا جو لوگ بنی ہاشم کی برتری کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکیں وہ کب گوارا کر سکتے تھے

ان میں کا ایک اور وہ بھی تنہا بے پناہ خستہ حال ہمارے دین آبائی کو لغو و باطل قرار دیکر آپ تمام جزیرہ عرب کا ہادی اور پیشوا اور متبوع بنے تو ہم اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہ ٹھہرے توحید باری کی رو سے تو تمام قبائل قریش تمام جزیرہ عرب اور بشمول یہود و نصاریٰ تمام اہل مذاہب سے مقابلہ تھا اور رہے اور رہے گا مگر پیغمبر صاحب کو زیادہ تر ایذائیں پہنچیں اہل مکہ سے جن میں رہتے تھے ؎

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالبؔ تم کو بے رحمی یاران وطن یاد نہیں

اور اہل مکہ میں سب سے بڑھکر رشتہ داروں سے الاقرب کالعقارب میں ایک موذی ابو سفیان بھی تھا کہ پیغمبر صاحب جب نبوت کے تیرہ برس بعد اہل مکہ کی ایذا دہی سے عاجز آگر مکہ چھوڑ مدینہ جا رہے تھے اس پر بھی موذیوں نے چین سے بیٹھنے نہ دیا یہاں تک کہ ہجرت کے بعد بدر کی مشہور لڑائی ہوئی اسمیں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔

ابو سفیان قبیلہ قریش کا سردار ہوا تو ہجرت کے تیسرے برس جنگ احد میں اور پانچویں برس جنگ احزاب میں لشکر لیکر مدینے پر حملہ آور ہوا غرض برابر پیغمبر صاحب اور اسلام کی بیخ کنی میں لگا رہا مگر کسی کا بال بھی بیکا نہ کر سکا یہاں تک کہ پیغمبر صاحب نے ہجرت سے آٹھویں برس خود مکہ پر چڑھائی کی اس کو خبر لگی تو وہ ٹوہ لینے مدینے آیا لشکر اسلام کی کثرت دیکھکر مکے والوں کو جا خبر دی کہ مسلمانوں سے لڑنے کا نام بھی نہ لینا چنانچہ مکہ بے لڑے فتح ہو گیا اور ابو سفیان اور اسکا بیٹا معاویہ اور سارا گھر کا گھر مسلمان ہو گیا۔

ابو سفیان حقیقت میں فرعون امت تھا اور اس کا اسلام بھی فرعون کا سا اسلام تھا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ

(سورۂ یونس) انتہجمہ سورۂ یونس یہاں تک کہ جب فرعون کے سر پڑ ڈباؤ پانی آپہنچا تو لگ کہنے کہ اب مجکو یقین آگیا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اُسکے (دوسرا) کوئی معبود نہیں اور (اب) میں بھی اس کے فرمانبرداروں میں ہوں (تو خدا نے اس کو ملامت کی اور فرمایا کیا اب (ایسے وقت میں ایمان!!) پہلے تیرا حال تو یہ تہا کہ اس سے (پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا اور تو مفسدوں میں پہلے ایک ہی مفسد تھا ترجمہ سورۂ یونس ختم شد۔ پیغمبر صاحب کے ساتھ جو اس خاندان کو عداوت تھی اس کا کسی قدر اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جنگ احد میں پیغمبر صاحب کے چچا حمزہ بن عبد المطلب شہید ہوئے تو اس نے پیٹ پہاڑ کر ان کا جگر نکالا اور اسی کو چبا گئے نگلا نہ گیا تو تہوک دیا ایسی خاندانی بیٹی تھیں ام حبیبہ ان کے حالات پڑہکر خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ الھدایۃ امن من لدیہ[1]

گر آری خلیلے زبُت خانہ ‏ ‏ ‏ ‏ کُنی آشنائے زبیگانہ

حسن زبصرہ بلال از حبش صہیب از روم ‏ ‏ ‏ ‏ زخاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی است

اہل مکہ نے برابر ۱۳ برس جیسی جیسی ایذائیں پیغمبر اور ان کے مویدان کو دی تھیں ان کا وہ سلوک تو جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا[2] کی رو سے مستحق تہا کہ پیغمبر صاحب فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ کو محفوظ چھوڑ کر لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا[3] پر عمل کریں مگر نہیں سے تو ہمکو پیغمبر صاحب کی صداقت کا بڑا قوی ثبوت ملتا ہے۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اسا

---

[1] ہدایت خدا کی طرف سے ہے ۱۲ [2] برائی کا بدلہ ہے اس جیسے برائی ۱۲ [3] اے میرے پروردگار ان کافروں میں سے کسی متنفس کو بھی زندہ نچھوڑ کہ روئے زمین پر بستا نظر آئے جو برائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کرے ۱۲

مگر انھوں نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے امن عام کی منادی کرا دی اور شہر میں داخل ہوئے تو اونٹنی پر سر جھکائے سجدہ شکر بجا لاتے ہوئے داخل ہوئے جس سے سب پر ظاہر ہو گیا کہ ان کو کسی سے ذاتی پرخاش تھی ہی نہیں الحب للہ والبغض فی اللہ[1] اور ابو سفیان کے ساتھ تو وہ کیا کہ گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو- آدمی تھا غیور اور مغرور اتنا اُس کی ریاست کا لحاظ کیا کہ امن عام کی منادی میں اس کا نام بھی خصوصیت کے ساتھ داخل تھا من دخل دار ابی سفیان فہو امن- پھر فتح مکہ کے ایک مہینے بعد حنین کی لڑائی ہوئی تو اس میں مسلمانوں کو بہت لوٹ ملی تھی اِس اثنا میں ابی سفیان بھی مسلمانوں میں آملا تھا پیغمبر صاحب نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا تو ابو سفیان کی خوشی کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی اسکو اور اس کے بیٹوں معاویہ اور یزید کو مرحمت فرمائے کہ آخر تھا تو آدمی الانسان عبید الاحسان مارے شرم کے آنکھیں سامنے نہیں کر سکتا تھا اور پھر تو وہ غزوہ طائف میں شریک جہاد ہوا اور ایک آنکھ کھو آیا پھر حضرت عمرؓ کے خلافت میں یرموک کی لڑائی ہوئی اس میں بھی ابو سفیان شرمندگی مٹانے کو شریک تھے اور دوسری آنکھ کھو آئے ہمکو ابو سفیان کی پچھلی مخالفتوں کا خیال آتا ہے ادب و تعظیم تو درکنار ان کا نام لینے کو بھی جی نہیں چاہتا مگر پھر سوچتے ہیں تو ہمارا غیظ و غضب جو کچھ بھی سمجھو متضرع ہے پیغمبر صاحب اور اسلام کی ہوا خواہی پر لیکن پیغمبر صاحب سے بڑھکر تو ہمکو اسلام کا درد ہونے سے رہا انھوں نے تو ابو سفیان کے اسلام کو لالچ سے تھا تو اور دب کر تھا تو بطوع خاطر مانکر اسکے پچھلے قصور سب معاف کر دئے تھے اور یہاں تک کہ اس کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے کہ اسکو نجران کا عامل مقرر کر دیا تھا پس خدا رسول جس کا قصور معاف کریں

[1] خدا ہی کے لیے محبت کیجاتی ہے اور خدا ہی کے بارے میں دشمنی ۱۲

ہمکو کیا حق ہے کہ ہم اسکو بدستور خطا وار سمجھیں معاویہ کا معاملہ ابوسفیان کے معاملے سے کہیں زیادہ مشکل ہے یہ بھی باپ کی طرح فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور مولفت القلوب میں تھے۔ ام حبیبہ کے رشتے سے پیغمبر صاحب کے اصہار میں بھی تھے مگر اس قرابت میں ان کو ابوسفیان کو کچھ دخل نہ تھا معاویہ سے پیغمبر صاحب نے کبھی کبھی وحی بھی لکھوائی ہے غرض صحابی ہونے کی فضیلت جو بجائے خود بڑی فضیلت ہے معاویہ کو حاصل ہے اس سے کسی کو انکار نہیں مگر پیغمبر صاحب کے خاندان یعنی اہلبیت کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ نسل پیغمبر صاحب کو آخر کار برباد کر چھوڑا آدمی تھے چلتے ہوئے عمرؓ نے ان کو شام اور عراق کا عامل مقرر کر دیا تھا قتل عثمانؓ کے بعد مدینے میں علیؓ کی خلافت پر بیعت ہوئی انہوں نے اس حیلے سے تخلف کیا کہ پہلے قاتل عثمانؓ سے قصاص لیا جائے اور ان کو گمان یہ تھا کہ علیؓ نے عثمانؓ کو قتل کرایا۔

غرض علیؓ کی بیعت معاویہ اور ان کے علاقہ والوں کے تخلف کی وجہ سے ناتمام رہی علیؓ اور معاویہ کے نزاع کا یہ انجام ہوا کہ مقام صفین میں دونو کے لشکر صف آرا ہوئے اور طرفین کے تیس ہزار آدمی مارے گئے اور آخر کار ابوموسے اشعری علیؓ کی طرف سے اور عمرو بن العاص معاویہ کی طرف سے حکم قرار پائے کہ جسکو خلیفہ قرار دیں وہی خلیفہ چنانچہ اُسنے ابوموسے کو دھوکا دیکر اپنے تئیں حکم مستقل بنایا اور علیؓ کو خلافت سے معزول کر دیا علیؓ اور کوفیوں جو علیؓ کے مددگار تھے عمرو بن العاص کے فیصلے کو نہ مانا اور خلافت بدستور دو عملی میں رہی۔ کوفیوں کے خلیفہ علیؓ اور عراقیوں اور شامیوں کے معاویہ یہاں تک علیؓ عبدالرحمن بن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ادھر ہو رہی ادھر منازع خلافت کے لئے کوفیوں نے حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی آخر حسنؓ نے خلافت

کے دردسر کو اپنی اور عامہ مسلمین کی عافیت میں خلل انداز سمجھکر یہ کالائے بد معاویہ کے سر ماری پھر بھی معاویہ کو نسل اہلبیت کی طرف سے کھٹکا لگا رہا اور اسنے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینی شروع کی حسینؑ نے کیا انکار دونوں میں لڑائی ٹھنی اس لڑائی کا جو کچھ انجام ہوا آج تک مسلمان روتے پیٹتے ہیں اور اس کے سوائے وہ کر بھی کیا سکتے ہیں ؎

نہ ماند ستمگار بد روزگار | نماند بر و لعنت پائدار
پندا شت ستمگر کہ جفا بر ما کرد | بر گردن او بماند بر ما بگذشت

اب ہم پھر اصلی مطلب کی طرف لوٹتے ہیں۔

بی بی ام حبیبہ کا نام صفیہ تھا اور وہ بیٹی تھیں ابوالعاص بن امیہ کی جو حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے دادا تھے اس لحاظ سے صفیہ حضرت عثمانؓ کی پھوپی اور ام حبیبہ انکی پھوپی زاد بہن ہوئیں غرضکہ بی بی ام حبیبہ کا حسب نسب ددیہال اور ننہال دونوں طرف سے نہایت شریف نہایت ممتاز ہے بی بی ام حبیبہ پیغمبر صاحب کی بعثت سے ۱۷ برس پہلے پیدا ہوئیں یعنی جس وقت پیغمبر صاحب نے رسالت کا دعویٰ کیا ان کی عمر ۱۷ برس کی تھی اسوقت اگرچہ ان کے باپ ابوسفیان اور بھائی معاویہ کے اسلام کے سخت مخالف اور پیغمبر صاحب کے دشمن اور جان کے لاگو تھے مگر انھوں نے اپنی بلند خیالی اور دانشمندی اور دور اندیشی کی مدد سے اسلام کی حقانیت اور پیغمبر صاحب کی صداقت بغیر کسی تردد اور تذبذب کے تسلیم کر لی اور بے چون وچرا مسلمان ہوگئیں ہرچند کہ ابوسفیان اور خاندان کے تمام لوگوں نے مزاحمت کی اور طرح طرح کی تکلیفیں بھی پہنچائیں لیکن ام حبیبہ کی ثابت قدمی اور استقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا ان کی پہلی شادی عبیداللہ بن حجش سے ہوئی جو نہایت سیدھا آدمی تھا اور جو ام حبیبہ

کی ترغیب سے ان کے ساتھ ہی مسلمان ہو گیا تھا مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کی اجازت ہوئی تو یہ دونوں میاں بیوی بھی کفار کے مظالم اور سخت گیریوں سے بچنے کے لئے حبشے ہجرت کر گئے یہاں آ کر عبید اللہ نصرانی ہو گیا یہ وقت ام حبیبہ کے لئے بڑا مشکل اور نازک وقت تھا کوئی عورت تو عورت مرد بھی ہوتا تو شاید اس موقع پر اس کے قدم ڈگمگا جاتے مگر انہوں نے اسوقت بھی اپنے مردانہ استقلال میں ذرہ بھی فرق نہ آنے دیا اور فوراً عبید اللہ سے الگ ہو گئیں عبید اللہ سے انکے ہاں ایک لڑکی حبیبہ نام پیدا ہوئی تھی جس کے نام پر انہوں نے اپنی کنیت ام حبیبہ رکھی تھی پیغمبر صاحب کو مکے میں جب یہ خبر پہنچی تو آپ کی رحمدلی اور ہمدردی اس امر کی متقاضی ہوئی کہ ام حبیبہ کو جس نے اسلام کی خاطر اتنی تکلیفیں اٹھائیں اور زحمتیں جھیلی ہیں اس کی تسلی اور دلجوئی کے لئے اپنے نکاح کا پیام بھیجنا چاہئے آپ نے عمرو بن امیہ ظمیری کو اپنا خط دیکر حبشے کے بادشاہ نجاشی کے پاس روانہ کیا خط میں نجاشی کو لکھا گیا تھا کہ اپنی وکالت سے میرا نکاح ام حبیبہ کے ساتھ کر دو اور ساتھ ہی مہر بھی ادا کر دو نجاشی نے پیغمبر صاحب کے حکم کی فوراً تعمیل کی اور ام حبیبہ کا آپ سے نکاح کر دیا۔ اس نکاح کی کیفیت خود ام حبیبہ اپنی زبان سے اس طرح بیان کرتی ہیں کہ میں حبشے کے ملک میں تھی اور اکیلی رہتی تھی اور اسی وجہ سے متوحش اور پریشان تھی میرا شوہر عبید اللہ جو حبشے میں عیسائی ہو گیا تھا اس سے میں پہلے ہی الگ ہو گئی تھی جب وہ مر گیا تو تھوڑے دنوں بعد نجاشی کی لونڈی جس کا نام ابرہہ تھا اور جو نجاشی کے بیٹیوں کی کنگھی چوٹی اور بناؤ سنگار پر مامور تھی میرے پاس آئی اور لگی کہنے کہ بیٹی! بادشاہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور پیام دیا ہے کہ جناب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خط میں لکھا ہے کہ اپنی وکالت سے انکا نکاح تمہارے ساتھ کر دو

میں یہ پیغام سنکر بہت خوش ہوئی اور ابریہ سے کہاکہ جیسی تو میرے پاس خوشخبری لائی ہے خدا تجکو نیکی اور برکت کی خوشخبری دے اور جھٹ اپنے ہاتھوں سے چاندی کے دو کڑے اور انگلیوں کے انگوٹھی چھلے اوتار ابریہ کے حوالے کیے ابریہ نے کہا اوسہاں مجھے بادشاہ نے یہ بھی پیام دیکر پوچھا ہے کہ تم اپنی طرف سے کسی ایسے شخص کو کھڑا کردو جو اپنی وکالت سے تمہارا نکاح کردے میں نے خالد بن سعید کو جو جبشے ہی میں موجود تھے کہلا بھیجا شام ہوئی تو نجاشی نے جعفر بن ابی طالب اور عثمان بن عفان اور جسقدر مسلمان جبشے میں تھے سب کو بلا بھیجا اور سب جمع ہو گئے۔

خالد بن سعید کی طرف سے ایجاب و قبول ہو چکا تو نجاشی نے چار سو دینار اٹھاکر خالد کو دیدیے اور خالد نے جوں کے توں میرے پاس بھیجدیے۔ نکاح ہو چکا پیچھے لوگ اٹھکر چلنے لگے تو نجاشی بولا سب صاحب ٹھہر جائیں کیونکہ انبیا علیہ السلام کا مسنون طریقہ ہے کہ نکاح کے بعد طعام ولیمہ کھلایا جائے پس سب لوگ ولیمے کا کھانا کھاکر جائیں یہ کہکر نجاشی نے کھانا منگایا اور سب لوگ کھاکر چلے گئے اس کے دوسرے یا تیسرے روز نجاشی نے اسی لونڈی ابریہ کے ہاتھ بہت سا مشک و عنبر میرے پاس بھیجا اور شرجیل کے ساتھ مجھے نہایت حفاظت سے مدینے روانہ کر دیا۔

پیغمبر صاحب کا نکاح بی بی ام حبیبہ سے ۶ھ کے آخر میں ہوا ابوسفیان کو جب یہ خبر پہنچی کہ پیغمبر صاحب نے ام حبیبہ سے نکاح کر لیا ہے تو وہ آپ کا سب سے زیادہ دشمن اور سب سے زیادہ مخالف تھا مگر اس نے صرف لفظوں میں کہدیا ذالک الفحل لا یقدع انفہ یعنی وہ ایک ایسا جوانمرد ہے جسکی عزت پر کسیطرح دھبہ نہیں ہے ابوسفیان ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر اسلام چپکے چپکے اپنی حقانیت اور صداقت کا اثر ان کے دل میں پیدا کر رہا تھا اسی اثنا میں قریش

قبیلہ بنو خزاعہ سے لڑ پڑے جو پیغمبر صاحب کا حلیف اور ہم عہد تھا اور معاہدہ یہ تھا کہ پیغمبر صاحب کے کسی حلیف سے نہیں لڑینگے اب جو قریش کی طرف سے نقض عہد ہوا تو ابو سفیان کو جدید عہد کرنے کی غرض سے مدینے جانا پڑا یہاں آئے تو اپنی بیٹی ام حبیبہ سے ملنے کے لئے ان کے مکان پر پہنچے بی بی ام حبیبہ نے ان کو اندر بلا لیا اور جھٹ اُس گدے کو تہ کر کے الگ رکھ دیا جس پر پیغمبر صاحب تشریف رکھا کرتے تھے ابو سفیان نے ان کی یہ حرکت دیکھکر پوچھا کہ کیا تم نے یہ گدا اس غرض سے اُٹھا لیا کہ میں اسپر نہ بیٹھ سکوں بی بی ام حبیبہ نے مذہبی جوش کی دھن میں کہا کہ ہاں اِس ارادہ سے اُٹھایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم مشرک ہو اور پیغمبر خدا کا فرش ہے ابو سفیان نے کہا ام حبیبہ! تو بہت ہی بُرائی اور گمراہی میں مُبتلا ہو گئی ہے لیکن تاہم وہ دیر تک میٹھے باتیں کرتے رہے اور کسی قسم کی کدورت ظاہر نہیں کی بی بی ام حبیبہ کا انتقال مدینہ ۴۴ھ میں ہوا اور بقیع قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

ام المومنین بی بی جویریہ

ان کا اصلی نام بَرّہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ۔ جذیمہ کا دوسرا نام مصطلق بھی تھا۔ اور قبیلہ بنی مصطلق اسی کی طرف منسوب تھا قبیلہ بنو المصطلق چونکہ قبیلہ بنو خزاعہ کی ایک شاخ تھا کیونکہ جذیمہ کی پانچویں پشت اوپر ایک شخص عمرو نامی ہے جو ابو خزاعہ کہلاتا تھا۔ اس لئے بنو المصطلق اور بنو خزاعہ دونوں ایک ہی جدّ اعلےٰ کی اولاد ہیں اور اسی وجہ سے یہ قبائل خزاعہ اور بنو المصطلق کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ حارث بن ابی ضرار جویریہ کے باپ جو قبیلہ بنو المصطلق کے سردار تھے ایک بڑے نامور بہادر اور مشہور شہسوار تھے اور اسی سبب سے یہ سارے کا

سارا قبیلہ شجاعت اور دلیری میں بڑا نام پا چکا تھا۔

بی بی جوریہؓ ہجرۂ مدینہ سے تقریباً ۱۹ برس پہلے پیدا ہوئیں۔ ان کا پہلا نکاح ان کے باپ حارث نے اپنے ہی خاندان کے ایک نوجوان مسافع بن صفوان کے ساتھ کر دیا تھا۔ جو بڑا دل چلا اور بہادر شہسوار تھا۔ جس زمانے میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ربیع الاول ۵ھ میں قلعہ دوحتہ الجندل پر چڑھائی کرنے کی غرض سے ادہر تشریف لے گئے تھے۔ جوریہ کا باپ حارث چپکے چپکے مدینے پر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ اس نے اپنے گرد و نواح کے تمام قبائل کو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے مدعو کیا اور سب مسلح ہو کر اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ پیغمبر صاحب مدینے واپس آئے۔ تو آپ نے سنا۔ کہ بنو المصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار ایک جماعت کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر آمادہ ہے۔ آپنے فوراً بریدہ بن الخصیب کو اس خبر کی تحقیق اور بنو المصطلق کی تفتیش حالات کے لئے رَوانہ کیا۔ بریدہ مدینہ سے نکل موضع فرع کے متصل پہونچے جو بنو المصطلق کے چشمۂ مریسیع سے بقدر مسافت یک روزہ ورلی طرف واقع ہے یہاں پہونچکر دیکھتے ہیں۔ کہ حارث بن ابی ضرار کی فوجیں پھیلی پڑی ہیں۔ یہ سب سے پہلے حارث کے پاس گئے اُس نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا تمہاری ہی قوم کا ایک شخص ہوں۔ مجھے معلوم ہُوا ہے کہ تم لوگ محمدؐ سے لڑنے پر آمادہ ہوئے ہو۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بھی اجازت دو کہ اپنے لوگوں کو جمع کر کے لاؤں تاکہ ہم تم دونوں ید واحد ہو کر اُس پر حملہ کریں۔ اور اُس کے نئے دین و مذہب کو جڑ بُنیاد سے اُکھاڑ پھینکیں۔ حارث یہ سُنکر بہت خوش ہوا۔ اور بُریدہ کو اپنا ہم آہنگ خیال کر کے سارا راز کھولدیا۔ بریدہ یہ کہکر واپس آئے۔ اور پیغمبر صاحب سے ان کے

تمام حالات بیان کیئے. تو پیغمبر صاحب نے زید بن حارث کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر کر کے مسلمانوں کا ایک لشکر جرار ہمراہ لے مدینے سے باہر نکلے اور شعبان ۹ھ کو چشمہ مریسیع پر جو موضع قدید کی طرف واقع ہے۔ قیام فرما ہوئے حارث اور اُس کے ساتھیوں کو پیغمبر صاحب اور مسلمانوں کی آمد آمد کی گرم خبروں نے پہلے ہی سے متوحش کر دیا تہا۔ اب جو انہوں نے ایک نہایت غونخوار اور بہادر لشکر کو آنکھوں سے دیکھا تو آئے ہوش و حواس جاتے رہے بہت سے عرب جو حارث کی کمک کو آئے تھے بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے اور لشکر میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ مگر حارث اور اُس کے قبیلے کے سات سو آدمی ابھی تک بے خوف وہراس جنگ کی تدبیر میں مصروف تھے پیغمبر صاحب نے مہاجرین کا علم حضرت ابوبکرؓ کو اور انصار کا سعد بن عبادہ کو عنایت فرما کر مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ میں صف بندی کا حکم دیا۔ جس وقت دشمن کا لشکر سامنے آیا پیغمبر صاحب نے اتمام حجت کے لئے اعلان کر دیا۔ کہ اگر اب بھی خدائے واحد پر ایمان لا کر فتنہ و فساد سے باز آئیں تو کسی کے جان و مال اور آبرو سے کچھہ تعرض نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں کی طرح ہمارا بھائی بن جائیگا۔ مگر دشمنوں نے صلح کے پیام کو نہایت حقارت اور بے پروائی سے ٹالدیا۔ اور جنگ شروع کر دی۔ دلیران اسلام نے بے پس و پیش دفعتہً حملہ کر دیا۔ اور تہوڑی ہی دیر میں میدان مار لیا۔ بنو المصطلق اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور مسلمانوں نے فوراً اس پر قبضہ کر لیا۔ اِس لڑائی میں دشمنوں کے دس آدمی مارے گئے۔ اور بقیۃ السیف گرفتار کر لئے گئے۔ مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا۔ حارث اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے بھاگ نکلا۔ اہل عرب کے دستور کے مطابق حارث کا تمام خاندان بچے بوڑھے یہانتک کہ عورتیں

شریک جنگ تھیں۔ جو حارث کے بھاگے پیچھے اور قیدیوں کی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئیں انھیں میں جویریہ بھی تھیں۔ مال غنیمت اکٹھا کیا گیا۔ تو دو سو اونٹ پانچہزار بکریاں اور دو سو گھر کے قیدی شمار میں آئے۔ پیغمبر صاحب نے یہ سارا مال غنیمت اپنے غلام سقران کے سپرد کیا۔ اور وہ مدینے لے آیا۔ مدینے پہونچکر پیغمبر صاحب نے مال واسباب اور لونڈی غلام مجاہدین کو تقسیم کیے۔ حارث کی بیٹی جویریہ ثابت بن قیس صحابی کے حصے میں آئی۔ ثابت چونکہ قبیلہ خزام میں سے تھے اور بنو المصطلق سے قرابت قریبہ رکھتے تھے۔ انھوں نے جویریہ سے مکاتبت کر لی یعنی اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ ایک معین رقم انھیں ادا کر دیں جویریہ کو پیغمبر صاحب کی رحمدلی اور صفت فیاضی معلوم تھی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں مسلمان ہو چکی ہوں اور بنو المصطلق کے سردار کی بیٹی ہوں۔ مگر اب میرا شمار لونڈیوں میں۔ ثابت نے مجھ سے مکاتبت کر لی ہے لیکن مجکو اتنی مقدرت نہیں۔ کہ رقم معینہ ادا کر کے اپنے لیے آزادی خرید لوں آپ مجھ پر رحم فرمایئے اور میری مدد کیجیے۔ پیغمبر صاحب پر جویریہ کی اِس تقریر کا وہ اثر ہوا۔ کہ آپ نے فوراً ثابت بن قیس کو روپیہ ادا کر کے ان کو آزاد کر دیا۔ اور نہ صرف آزاد کیا۔ بلکہ خود ان سے نکاح کر لیا۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ بنو المصطلق کے تمام قیدی مسلمانوں نے آزاد کر دئے۔ اس خیال سے کہ اب یہ لوگ ہمارے پیغمبر کی بی بی کے بھائی بند ہیں۔ اِس صورت میں ان کا قید رکھنا سوء ادب ہے۔ پیغمبر صاحب کی یہ عنایت اور شفقت اور حکیمانہ تدبیر دیکھکر بہت سے بنو المصطلق مسلمان ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں۔ کہ جویریہ کا یہ نکاح انکی قوم کے لیئے نہایت خیر و برکت کا موجب ثابت ہوا۔ کہ ساری قوم اسی روز غلامی سے آزاد ہو گئی۔ اور بہت سے لوگ شرف اسلام سے بہرہ یاب ہوئے

میرے خیال میں تو کوئی عورت اپنی قوم کے لئے ایسی بابرکت ثابت ہوئی نہیں

اِس کو تھوڑے ہی دنوں بعد جویریہ کے والد حارث بہت سے اونٹ اور

مال و اسباب ساتھ لیکر ان کے چھڑانے کو مدینے روانہ ہو گئے اور جب موضع

عقیق میں پہونچے۔ تو اپنے اونٹوں کو چرنے چھوڑ دیا۔ ان میں دو اونٹ ان کو

بہت ہی بھلے معلوم ہوئے۔ جن کو انہوں نے عقیق کی کسی گھاٹی میں اس خیال

سے چھپا دیا۔ کہ اگر مدینے لیجاؤں گا۔ تو جویریہ کی چھڑائی میں چار و ناچار دینے پڑینگے

مدینے سے اونٹوں کو اپنے ہمراہ وطن لیتا جاؤنگا۔ الغرض مدینے پہونچکر پیغمبر صاحب

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ محمدؐ تم میری بیٹی کو قید کر لائے ہو۔ لو

اس کا فدیہ لو اور برّہ کو میرے ہمراہ کر دو۔ حارث کو ابھی تک معلوم نہ تھا۔ کہ

پیغمبر صاحب نے اس کی بیٹی کو آزاد کر کے خود اس سے نکاح کر لیا ہے۔ اور

نہ یہ معلوم تھا کہ اس نکاح کی برکت سے اس کی تمام قوم نے آزادی حاصل کر لی

ہے تو جب حارث نے تمام اونٹ اور اموال پیش کیے پیغمبر صاحب نے

پوچھا کہ بھلا وہ دو اونٹ کہاں ہیں۔ جن کو تم عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا آئے ہو

یہ سنتے ہی حارث مسلمان ہو گیا۔ اور کہا واللہ تم خدا کے بھیجے ہوئے سچے پیغمبر

ہو کیونکہ ان اونٹوں کے چھپانے کو بجز خدا کے اور کوئی جانتا نہیں تھا اور اسی

نے تم کو معلوم کرایا۔ حارث مسلمان ہو چکا۔ تو اب اسے معلوم ہوا کہ اس کی بیٹی

جویریہ جس کے چھڑانے کے لئے وہ بہت سا مال و اسباب لیکر دور و دراز

کا سفر طے کر کے آیا تھا۔ پیغمبر صاحب کے نکاح میں ہیں۔

اس پر جس قدر اُسے خوشی ہوئی بیان سے باہر ہے۔ الغرض بیٹی سے

ملا۔ اور اپنی قوم کو ساتھ لے خوشی خوشی اپنے مقام پر واپس آگیا۔ بی بی جویریہ نہایت

عبادت گزار اور زاہدہ عورت تھیں۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ اکثر اوقات نوافل اور

واستغفار میں مصروف رہتیں۔ اور حالت بیداری میں بہت ہی کم اوقات میں مصلےٰ چھوڑتی تھیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز صبح کو انکے حجرے میں تشریف لے گئے۔ دیکھا تو یہ مصلے پر بیٹھی ہوئی کچھ پڑھ رہی ہیں۔ اتفاق سے اُسی روز قریب دوپہر کے پھر تشریف لے گئے اب بھی ان کو مصلےٰ ہی بیٹھا پایا پیغمبر صاحب نے فرمایا۔ جویریہ! کیا تم صبح سے ابتک مصلےٰ ہی پر بیٹھی ہو۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ میں تمھیں چند کلمات بتاتا ہوں۔ کہ اگر وہ تم ایک دفعہ بھی کہہ لیا کرو۔ تو سارے دن کی نفل عبادۃ سے بہتر ہو۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

سبحان اللہ عدد خلقہ۔ سبحان اللہ عدد خلقہ۔ سبحان اللہ عدد خلقہ سبحان اللہ رضی النفسہ سبحان اللہ رضی النفسہ سبحان اللہ رضی النفسہ سبحان اللہ زنتہ عرشہ سبحان اللہ زنتہ عرشہ سبحان اللہ مداد کلماتہ سبحان اللہ مداد کلماتہ۔ سبحان اللہ مداد کلمات۔

ہم خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں اس کی مخلوقات کی گنتی کے برابر ہم خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں اُس کی مرضی کے برابر۔ ہم خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اُس کے تخت کبریائی کے وزن کے برابر ہم خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اُس سیاہی کے برابر۔ جس سے اُس کی باتیں لکھی جاتی ہیں۔

ام المومنین جویریہ نے ۵۶ھ میں مدینے میں انتقال فرمایا۔ اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔ اس وقت معاویہ بن ابی سفیان برسر خلافت تھے۔ حضرت ابن عباس اور جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عمرو غیرہم نے ان سے بہت ہی حدیثیں روایت کی ہیں۔

حالات مذکورہ بالا ابن اثیر کی کتاب اسد الغابہ سے لئے گئے ہیں ان میں ایک معاملہ تبدیل نام کا ہے۔ کہ ام المومنین جویریہ کا اصلی نام برہ تھا جس کو بدلکر

پیغمبر صاحب نے جویریہ کر دیا تھا۔ جویریہ تصغیر شفقت ہے۔ جاریہ کی جس کے معنی لڑکی کے ہیں۔ پیغمبر صاحب ناموں کا بہت خیال رکھتے اور اکثر برے ناموں کو اچھوں سے بدلدیا کرتے تھے اتفاق سے پیغمبر صاحب بیبیہ زینب بنت ابی سلمہ اور آپکی بی بی ام المومنین جویریہ بنت الحارث دونوں کا نام برہ تھا۔ پیغمبر صاحب نے پہلی کا نام زینب اور دوسری کا جویریہ کر دیا۔ پیغمبر صاحب نے بہتوں کے نام بدلے ہیں ازاں جملہ حزن کا سہل۔ حرب کا سلم۔ عاصیہ کا جمیلہ تو واقع میں پہلے نام حزن۔ حرب عاصیہ برے ہی تھے لیکن برہ ایسا برا تو نہیں، مگر اس میں ہیاں مٹھوکی قسم کی برائی تو ہے لاتزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی ایک شخص کا نام تھا پیغمبر صاحب نے اس نام کو ناپسند فرمایا۔ اور کہا ان اللہ تعالیٰ ھوالحکم والیہ الحکم۔ ایک وہ تھے کہ ایسی ایسی باتوں کا خیال رکھتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ ناموں سے اور خطابوں سے کبر و نخوۃ ظاہر ہے یہ تو افراط ہے اور تفریط یہ ہے۔ کہ عاصی اور آثم جزو بنا لیتے ہیں پیغمبر صاحب ناموں سے تفاول بھی کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ درپیش تھی۔ اہل مکہ کی طرف سے لوگ پیام صلح لیکر آئے تھے۔ اور شرطیں قرار نہیں پاتی تھیں اہل مکہ بات بات پر ناحق کی ہیکڑی اور ضد کرتے تھے۔ آخر کو سہیل بن عمرو آئے اور پیغمبر صاحب نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ بس اب آسانی سے معاملہ تصفیہ پا جائے گا اور یہ اس لیے کہ لفظ سہیل سہولیت سے مشتق ہے۔ پیغمبر صاحب کے حال میں لکھا ہے۔ کہ ان کو فال یعنی فال نیک بہت پسند تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت فال میں دعا مضمر ہوتی ہے۔ گو دعا کے لفظ موقعہ سے نہ کہے جائیں۔ یعنی فال لینے والا چاہتا ہے۔ کہ فلاں امر جس میں فال لیتا ہے۔ اُس کے حسب دلخواہ واقع ہو اور یہی دعا ہے فال سے ایک بات یہ بھی پائی جاتی ہے۔ کہ فال لینے والا غیب نہیں جانتا۔ پیغمبر صاحب

تو برابر اپنے مریدوں سے پکارے کہتے تھے لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اور لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اور وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ اور مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ۔

ام المومنین بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام تھا صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعنہ بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب بن النضیر بن التحام بن ناخوم۔ ناخوم بنی اسرائیل کا نامور اور مشہور سردار تھا۔ جو لاوی بن یعقوب کی نسل میں تھا اور لاوی بن یعقوب موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون بن عمران کی نسل میں سے تھے تو بی بی صفیہ ہارون پیغمبر کی نسل میں ہوئیں۔ یہی وجہ تھی کہ یہودیوں میں ان کا حسب و نسب نہایت معزز اور باوقار تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور اسی سبب سے اُس زمانے کے یہودی ان کے باپ حیی کی حد سے زیادہ قدر و منزلت کرتے تھے اور یہ ان میں ایک معزز سردار مانے جاتے تھے۔ بی بی صفیہ کی ماں کا نام خرہ تھا۔ اور وہ بیٹی تھی سموئل کی جو سارے جزیرہ عرب میں شجاعت اور دلیری میں مشہور تھا۔ اور جس کی ہمدردی اور وفاداری تمام لوگوں میں ضرب المثل تھی۔ صفیہ جبکہ چودہ برس کی تھیں۔ اسکے باپ حیی بن اخطب نے سلام بن مشکم یہودی سے ان کی شادی کر دی تھی جو ایک مشہور شہسوار اور شاعر تھا۔ مگر میاں بیوی میں کچھ ایسی ان بن ہوئی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سلام بن مشکم نے ان کو طلاق دیدی۔ حیی بن اخطب نے ان کی دوسری شادی کنانہ بن ابی الحقیق کے ساتھ کر دی۔ جو یہودیوں میں ایک بڑا نامور اور مسلم شاعر مانا جاتا تھا۔ خیبر کے قلعوں میں ایک بڑا نامی اور مشہور قلعہ تھا۔ جس کا نام القموص تھا

جو اپنے استحکام اور آسائش میں بےنظیر تھا۔ کنانہ بن ابی الحقیق خیبر کا سردار اسی قلعہ میں اپنی بی بی صفیہ کے ساتھ رہتا تھا۔ ۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا۔ اور مسلمانوں نے وہاں کے یہودیوں کو شکست دی تو کنانہ مارا گیا۔ اور خیبر کے سب یہودی مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔ بی بی صفیہ جو ابھی نئی دُلہن تھیں۔ یہ بھی قیدیوں میں شامل تھیں۔

جنگ خیبر کی مختصر کیفیت یہ ہے۔ کہ جب اسلام مدینے آیا۔ روز افزوں ترقی کرتا رہا۔ اب کہ مدینے میں اس کو آئے کچھ کم سات برس ہوئے تھے اس نے ترقی کے بہت سے منازل طے کر لئے تھے۔ اور اسی وجہ سے تمام مخالفین آپ سے آپ جلے مرتے تھے۔ بالخصوص یہودیوں کی حسد اور عداوۃ کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔ مدینے کے گوشہ شمال و مغرب میں آٹھ منزل کے فاصلے پر ایک نہایت سرسبز و شاداب زمین تھی جس کو خیبر کہتے تھے اور جس میں دس مشہور اور نہایت محفوظ قلعے واقع تھے۔ یہی قطعہ زمین مرکز تھا یہودیوں کا۔ جن میں یہودیوں کے دو مشہور قبیلے بنی نضیر اور بنی قینقاع بھی مدینے سے جلاوطن کر دئے گئے تھے شامل ہو گئے تھے۔ یہ لوگ شب و روز اسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے تھے کہ جس طرح بن پڑے اسلام کو اُبھرنے نہ دیں اور مسلمانوں کی شوکت جتنی کچھ بھی ہے۔ توڑ دیں۔ جنگ خندق جو ۵ھ میں واقع ہوئی۔ اس کے محرک اور باعث یہی مفسد لوگ تھے لیکن اس موقع پر تو ان کی کچھ پیش رفت نہ گئی اپنا سا منہ لیکر چلے آئے اب خود ہی دس ہزار کی جمیعت سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور بنی اسد اور بنی غطفان عرب کے صحرائی قبائل کو بھی اپنا آہنگ بنالیا اور جنگ کے سامان کرنے میں بڑی تیزی کے ساتھ مصروف ہوئے۔ جب ان کی ان فتنہ انگیزیوں کی خبر پیغمبر صاحب کو پہونچی۔ تو اب بخیال تحفظ چودہ

مجاہدین کو ہمراہ لے خدا پر بھروسا کر مدینہ سے باہر تشریف لائے اور بنہایت عجلت کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ منافقوں کے سردار عبد اللہ بن ابی نے مسلمانوں کی اس آمادگی اور روانگی کی خبر پہلے ہی خیبر کے یہودیوں کو دیدی تھی۔ اور وہ لوگ نہایت مستعدی کے ساتھ قلعوں سے نکل کھلے میدان میں لڑنے کو تیار ہو گئے۔ گو مدینہ سے خیبر تک آٹھ پڑاؤ کا فاصلہ تھا۔ مگر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ منزلیں اس تیزی اور جلدی کے ساتھ طے کیں۔ کہ عرب کے صحرائی قبائل یہودیوں کی مدد کو نہ پہونچ سکے اور جو لوگ مدد کو چلے تھے۔ رستے میں سے بایں خوف پلٹ آئے کہ مبادا مسلمان ان کے گھروں پر حملہ کر کے ان کو لوٹ نہ لیں۔ پیغمبر صاحب مارا مار کرتے خیبر کے متصل پہونچ گئے۔ خیبر ایک منزل تھا کہ لشکر اسلام کو رات ہو گئی۔ پیغمبر صاحب نہایت ہوشیاری اور خاموشی سے رات بھر چلتے رہے۔ اور صبح ہوتے ہی دفعتہً خیبر کے دروازے پر پہونچ گئے یہودی ساری رات پاؤں پھیلائے میٹھی نیند سوتے رہے صبح کو اُٹھے تو معلوم ہوا کہ لشکر اسلام ان کی چھاتی پر موجود ہے اس وقت وہ نہایت پریشان ہوئے۔ اور اب انھیں بجز اس کے کچھ کرتے ہی نہ بن پڑا کہ قلعہ بند ہو گئے قلعوں کے استحکام اور مضبوطی پر ان کو پورا اعتبار تھا۔ انھوں نے خیال کیا کھلے میدان میں نہ لڑے نہ سہی۔ ہمارے قلعے ایسے مستحکم اور مضبوط ہیں کہ مسلمانوں سے ہرگز فتح نہ ہونگے۔ اور آخر کار وہ عاجز آ کر محاصرہ اٹھا چل دینگے قریب دوپہر کے لڑائی شروع ہوئی۔ اور یہودیوں نے قلعوں کے اوپر سے پتھر اور تیر برسانے شروع کیے۔ مسلمان اول اول ان کے نامردانہ حملوں کو روکتے رہے۔ لیکن آخر کار ان کے بڑھے ہوئے جوشوں کے آگے قلعوں کے پتھر اور تیروں کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ انھوں نے لگاتار اور تابڑ توڑ حملے کرنے شروع کر دیئے

اور تھوڑی دیر میں تین قلعے فتح کر لئے۔ القموص قلعہ جو سب میں مستحکم اور مضبوط تھا اس کا سر ہونا مشکل ہوگیا۔ بہادر اور شیر دل سالار افواج اسلام نے اگرچہ انتہا تک کوششیں کیں مگر ناکام رہے۔ محاصرہ طول کھینچتا جاتا تھا۔ انجام کار پیغمبر صاحب نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو علم دیکر روانہ کیا۔ یہودیوں کی طرف سے حارث اور مرحب دونوں بھائی جو شخصان یہود کے سرگروہ اور دلیران قوم کے ناک تھے ایک جم غفیر کو ساتھ لیکر باہر نکلے اور مسلمانوں کے حملوں کے روکنے کی کوششیں کرنے لگے۔ دونوں طرف کے جان توڑ ایک دوسرے پر پل پڑے۔ حضرت علیؓ جوش میں بھرے ہوئے آگے بڑہے۔ اور حارث کو جس نے معرکہ جنگ میں تھلکہ ڈالدیا تھا قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھکر مرحب جس کی بہادری کی دہاک تمام لوگوں پر بیٹھی ہوئی بڑے غیظ و غضب کے ساتھ حضرت علیؓ کی طرف بڑہا۔ آپ نے پیترا کاٹ کر ایسی زور سے تلوار ماری کہ مرحب دو ٹکڑے ہوکر زمین پر گر پڑا اب علی کرم اللہ وجہ کے لئے راستہ صاف تھا آپ صف اعدا میں دلیرانہ گھس گئے۔ ان کی یہ حیرتناک دلیری دیکھکر مسلمانوں میں ایک تازہ جوش پیدا ہوگیا۔ اور انہوں نے اپنے سردار کے عقب میں دشمنوں پر یکبارگی حملہ کردیا۔ اور ایک سخت خونریزی اور شدید معرکہ کے بعد میدان بالکل صاف ہوگیا۔ بہت سے دشمن قتل کیے گئے۔ اور بقیۃ السیف قلعے کی طرف بھاگے۔ اولوالعزم اور شیر دل مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور حضرت علیؓ اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ قلعے کے دروازے تک پہونچ گئے۔ قلعے کا پھاٹک بند تھا۔ انہوں نے جوش میں آکر پھاٹک کے ایک کواڑ کو زور سے ہلادیا۔ اور کھینچ کر الگ پھینکدیا۔ پھاٹک کا کھلنا تھا۔ کہ تعاقب کرنے والے مسلمان اندر گھس گئے۔ اور قلعہ فتح ہوگیا۔ قلعہ القموص کے سر ہوتے ہی یہودیوں کا سارا غرور خاک میں ملگیا اور اب انہوں نے نہایت عاجزی

اور ذلت کے ساتھ امن کی درخواست کی اور چند شرائط پر صلح ہو گئی ۔ کنانہ بن ابی الحقیق قلعے ہی میں مارا گیا اور اس کے سارے اہل وعیال جن میں حیی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی صفیہ بھی تھیں قید ہو گئے ۔

اسیران یہود پیغمبر صاحب کی خدمت میں پیش کیے گئے ۔ اور مال غنیمت ایک جگہہ جمع کیا گیا ۔ بلال رض بی بی صفیہ اور ایک عورت کو لائے ۔ اور اتفاق سے لائے بھی اسی رستے سے جہاں ان کے قبیلے کے مقتولین خاک وخون میں غلطاں پڑے تھے ۔ یہ وہ دردناک نظارہ تھا جس کو عورت تو عورت مرد بھی مشکل سے دیکھنے کی تاب لا سکتا تھا ۔ ایک ہو کا میدان ہو چاروں طرف خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں بھیانک صورتہ میں پڑی ہوں ۔ سارا کنبہ کاکنبہ بھائی بہنوئی چچا رشتے کنبے کے لوگ کٹے پڑے ہوں کوئی ایسا ہی قوی اور مضبوط دل کا ہو گا جو اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھے ۔ اور اس کا دل قابو میں رہے حضرت صفیہ ایسے دردناک منظر کو دیکھتی اور رنج وغم کا گھونٹ خاموشی کے ساتھ پیتی ہوئیں بلال رض کے ساتھ چلی آئیں ۔ دوسری عورت مارے خوف وہیبت کے بے قابو ہو گئی اور ایک چیخ مار کر ادھر ادھر بے تابانہ بھاگنے لگی ۔ الغرض بلال رض نے بی بی صفیہ تو خاموشی کے ساتھ ایک طرف کو بیٹھ گئیں ۔ اور ان کے ساتھ کی عورت لگی ماتھا پیٹنے اور چیخنے چلانے اور سر پر خاک ڈالنے ۔ پیغمبر صاحب نے ان کی یہ بے تابانہ حالت دیکھ کر ۔ حاضرین سے فرمایا کہ اس شیطان کو یہاں سے نکال دو ۔ اور بلال رض کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ خدا نے تمہارے دل سے رحمت ورقت بالکل ہی نکال ڈالی کہ عورتوں کو اس موقع سے لائے ۔ جہاں ان کے باپ بھائی بیٹے خاک وخون میں لتھڑے پڑے تھے ۔ بی بی صفیہ جب پیغمبر صاحب کے سامنے پیش ہوئیں ۔ تو آپ نے ان کے چہرے پر چند اڑے ہوئے نشان دیکھ کر پوچھا کہ یہ نشان کیسے ہیں ۔ انھوں نے

عرض کیا کہ عرصہ ہوا میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ چاند آسمان سے ٹوٹ کر میرے گود میں آپڑا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے باپ سے بیان کیا۔ اُس نے نہایت غیظ میں آکر اس زور سے میرے تھپڑ مارا کہ انگلیوں کے نشان اُبھر آئے اور ابتک باقی ہیں۔ اور کہا کیا تو اپنی گردن یہاں تک اونچی کرے گی کہ ملکہ عرب ہو کر دُنیا میں مشہور ہو گی۔

خیبر کا مال غنیمت اور لونڈی غلام تقسیم ہوئے تو بی بی صفیہ وحیہ کلبی کے حصّے میں آئیں جو پیغمبر صاحب کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ بی بی صفیہ آخر تھیں تو ایک معزز سردار کی بیٹی اِن کے چہرے سے شاہانہ رعب وجلال اور بھی نمایاں تھا اس سے صحابہ نے پیغمبر صاحب سے عرض کیا کہ بی بی صفیہ آپ کے سوا اور کے لیئے موزوں نہیں ہے پیغمبر صاحب نے بھی بجائے خود خیال فرمایا کہ اگر صفیہ میرے نکاح میں آئیں گی تو سلسلہ برادری کے قائم ہونے سے یہود کی مخالفت میں کمی ہو گی اور یہی مصلحت سمجھ کر آپ نے اسی سال کے اوائل میں بی بی ام حبیبہ رض سے نکاح کیا تھا جس کی وجہ سے ابوسفیان کی مخالفت کا زور کم ہو گیا تھا۔ پس پیغمبر صاحب نے صفیہ کو وحیہ سے واپس لے لیا اور آزاد کر کے نکاح کر لیا

پیغمبر صاحب مدینے پہونچے تو بی بی صفیہ کو حارث بن النعمان کے مکان میں الگ ٹھہرایا۔ یہاں تمام ازواج مطہرات ان سے ملنے آئیں۔ یہ سب بہ تواضع اور خندہ پیشانی پیش آئیں۔ یہیں بی بی عائشہ رض بھی ان کو دیکھنے آئیں پیغمبر صاحب نے اِن سے پوچھا کہ تم نے صفیہ کو کیسا پایا تو انھوں نے کہا کیا پایا وہ ایک یہودن ہے اور بس پیغمبر صاحب نے فرمایا۔ ایسا مت کہو وہ ایک مسلمان ہے۔ اور اس کا اسلام اچھا اور بہتر ہے۔ اور بی بی صفیہ نہایت نیک دل اور خوش خلق بھی تھیں اور اسی وجہ سے ہر شخص کے ساتھ نرمی اور محبت اور ہمدردی کا برتاؤ کرتی تھیں

ازواج مطہرات میں سے بعض بیبیوں نے ان کے ساتھ بعض مرتبے سختی بھی برتی لیکن انھوں نے کبھی کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھی۔ ایک دفعہ بی بی عائشہؓ اور حفصہ نے ان کے نسب وحسب کے متعلق کوئی دل آزار بات کہی اُنھوں نے خود تو اس کا کوئی جواب نہیں دیا پیغمبرؐ صاحب سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم خاندان نبوّت میں ہیں تو تم بھی کہدو کہ میرے باپ ہارون ہیں چچا موسیٰ اور شوہر محمدؐ پیغمبرؐ صاحب کی نسل سے بی بی صفیہ کو خصوصیت کے ساتھ محبت تھی۔ جب یہ خیبر سے مدینے آئیں تو فاطمہ الزہراؓ پیغمبرؐ صاحب کی صاحبزادی ان کے دیکھنے کو آئیں۔ اُنھوں نے اپنے کانوں کے جھُمکے جو بہت ہی بیش قیمت اور جواہرات سے مرصع تھے ان کے نذر کردیئے اور جتنی بی بی فاطمہ کی سہیلیاں۔ اُن کے ساتھ آئی تھیں سب کو زیور کی قسم کی ایک ایک چیز عنایت کی۔

پیغمبرؐ صاحب بی بی صفیہ کی بہت کچھ وقعت کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ ان کے دہندارانہ اخلاق اور خود پیغمبرؐ صاحب اور اُن کے متعلقین کے ساتھ دلی ہمدردی اور محبت کا اظہار تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیغمبرؐ صاحب سفر میں تھے۔ بی بی زینب بنت حجش اور بی بی صفیہ دونوں ساتھ۔ ایک مقام پر پہونچ کر بی بی صفیہ کا اونٹ جس پر سوار تھیں بیمار ہو گیا۔ بی بی زینب کے پاس کئی اونٹ زائد از ضرورت تھے۔ پیغمبرؐ صاحب نے ان سے فرمایا۔ کہ تم ایک اونٹ صفیہ کو دیدو۔ بی بی زینب اگرچہ انتہا سے زیادہ سیر چشم اور فیاض اور با مروت اور ہمدرد قوم تھیں۔ لیکن بہ تقاضائے بشریت بے ساختہ ان کی زبان سے نکل گیا۔ کہ اس یہودن کو تو میں اپنا اونٹ ایسے ہی دوں گی۔ بی بی زینب کا یہ فقرہ پیغمبرؐ صاحب کو اس درجہ ناگوار گزرا کہ آپ نے ان سے بولنا چھوڑ دیا۔ اور پورے تین مہینے تک انکے گھر تشریف نہیں لے گئے۔ بی بی زینب کا بیان ہے کہ پیغمبرؐ صاحب کی

اس خنگی سے مجھے ناامیدی ہو گئی اور میں سخت نادم ہوئی اور عہد کیا کہ بار دیگر ایسی بات ہرگز نہیں کہوں گی۔

بی بی صفیہ نہایت دانشمند اور عاقبت بین بی بی تھیں۔ ان کی طبیعت حق گو انصاف پسند واقع ہوئی تھی۔ سچ بات کے کہنے میں کبھی درگزر نہیں کرتی تھیں پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد آپ کے دوسرے جانشین حضرت عمر رض کے عہد میں بی بی صفیہ کی لونڈی جو شب و روز ان کے پاس رہتی تھیں دربار عمر رض میں آکر لگی کہنے کہ بی بی صفیہ یہودیوں کی طرح سبت وہفتے کو بہت پسند کرتی۔ اور یہودیوں سے وہی محبت رکھتی ہیں حضرت عمر رض خود ان کے پاس تشریف لائے اور دونوں باتوں کی نسبت ان سے استفسار کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ عمر جب سے خدا نے مجھ سبت کے بدلے جمعہ عنایت فرمایا ہے۔ میں اس کو سبت سے بہت زیادہ محترم و بزرگ سمجھتی ہوں۔ رہے یہودی تو چونکہ وہ میرے رشتہ دار اور قرابت مند ہیں بے شک میں ان سے محبت رکھتی ہوں۔ حضرت عمر رض بی بی صفیہ رض کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ بعد کو بی بی صفیہ رض نے لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے امیر المومنین سے میری شکایت بیجا کیوں کی۔ لونڈی نے سیدھے سبھاو جواب دیا کہ بی بی مجھے شیطان نے بہکا دیا۔ حضرت صفیہ نے فرمایا جا میں نے تجھ راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ بی بی صفیہ نے ۶۲ سال کی عمر میں ۵۲ھ کو انتقال کیا جبکہ معاویہ بن ابن سفیان تخت خلافت پر متمکن تھے۔ صحابیوں اور تابعین کے جم غفیر نے جنازے کی نماز پڑھی اور مدینے کے مشہور قبرستان بقیع میں دفن کیا۔

ام المومنین بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا

ان کے والد کا نام حارث بن حزن تھا۔ جو قبیلہ بنو ہلال کے ایک معزز و سر آور دہ

شخص تھے اِن کی سگی سوتیلی سب ملا کر پندرہ بہنیں اور بھی تھیں جو سب کی سب صحابیہ تھیں اور جلیل القدر صحابیوں سے بیاہی گئی تھیں۔ ام الفضل اجابۂ صغریٰ لبابۂ کبریٰ۔ اسماء بنت عمیس اور ام المومنین زینب ام المساکین۔ یہ ایسی مشہور اور نامور بیبیاں تھیں جو صحابیات کے رجسٹر میں پہلا نمبر رکھتی تھیں۔ ام الفضل پیغمبر صاحب کے چچا عباس رضؓ کے نکاح میں تھیں۔ اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر سے بیاہی گئیں۔ اور ان کے انتقال کے بعد خلیفہ حضرت عمر رضؓ کے نکاح میں آئیں۔ اور ان کے بعد حضرت علی رضؓ کے۔

لبابۂ صغرا جنرل افواج اسلام خالد بن ولید کی والدہ تھیں غرض بی بی۔ میمونہ کا سارا خاندان جس طرح ایام جاہلیت میں معزز و نامور تھا۔ اسلام میں بھی نامور و معزز رہا۔ خیارہم فی الجاہلیت خیارہم فی الاسلام اذا فقہو۔

بی بی میمونہ کا اصلی نام برّہ تھا۔ پیغمبر صاحب نے ان کا نام بدل کر میمونہ رکھ لیا۔ ان کا پہلا نکاح قریش کے ایک نوجوان ابو رہم بن عبد العزےٰ سے ہوا جو چند ہی روز بعد انتقال کر گیا۔ بعد میں حضرت عباس نے اپنی بی بی ام الفضل کی تحریک سے۔ جناب پیغمبر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میمونہ میری سالی بیوہ ہو گئی اور قرابت اور یگانگی کے چند در چند حقوق اس بات کے متقاضی ہیں کہ آپ ان سے نکاح کریں۔ پیغمبر کو اپنے معزز چچا کی خاطر منظور تھی۔ اور اسکے سوائے بی بی میمونہ اپنی دانشمندی اور بیدار مغزی اور سب سے بڑھ کر قرابت داری کی وجہ سے اس کی مستحق بھی تھیں کہ پیغمبر صاحب انکو اپنی زوجیت کا شرف عنایت فرمائیں۔ لیکن چونکہ اس وقت خیبر پر چڑھائی کی تیاریاں نہایت سرگرمی کے ساتھ ہو رہی تھیں۔ میمونہ کے نکاح کے معاملہ کو بالفعل ملتوی رکھا گیا۔ خیبر سے لوٹتیوں کو پیغمبر صاحب نے مکے میں اپنے چچا کے پاس پیام بھیجا کہ وہ اپنی وکالت سے میمونہ کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ اسی اثنا میں پیغمبر صاحب

نے عمرۃ القضا کا ارادہ کیا اور صحابہ کے ایک جم غفیر کے ساتھ مکّے پہونچے۔ عمرے سے فارغ ہوئے تو جعفرؓ کو میمونہ کے پاس نکاح کا پیام دیکر بھیجا اور انھوں نے اپنے بہنوئی عباس کو اپنا وکیل مقرر کیا اور نکاح ہو گیا۔ پیغمبرؐ صاحب نے پانچ سو درہم مہر کے ادا کیئے اور بی بی میمونہ کو ساتھ لے مدینے تشریف لے آئے۔

پیغمبرؐ صاحب کا آخری نکاح تھا۔ اس کے بعد پھر آپ نے کوئی نکاح نہیں کیا۔ بی بی میمونہ کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔ اور یہ ایک اتفاق کی بات ہے کہ جس مقام پر ان کی رخصت ہوئی وہیں ان کا انتقال بھی ہوا یعنی موضع سرف میں جو مکے سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسی قبّے میں دفن ہوئیں جہاں پیغمبرؐ صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی۔

پیغمبرؐ صاحب کے ازواج مطہرات کے حالات کے متعلق جو کچھ ہمیں لکھنا منظور تھا۔ مختصراً لکھدیا۔ ازواج مطہرات کے علاوہ کچھ عورتیں اور بھی تھیں جن کو مختلف اوقات میں بطریق ملک یمین پیغمبرؐ صاحب کی خدمت کا شرف حاصل ہوا اور اس طرح کی کئی عورتیں تھیں۔ ایک ماریہ قبطیہ جس کو اسکندریہ کے تاجدار مقوقس نے دیگر تحائف کے ساتھ پیغمبرؐ صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا اور جس کے بطن سے ابراہیم بن رسول اللہ پیدا ہوئے اور حالتہ رضاعت ہی میں انتقال کیا۔ دوسری ریحانہ بنت سمعون یہودیہ جو غزوہ نبی مصطلق میں پکڑی آئی اور لونڈیوں کی طرح پیغمبرؐ صاحب کی خدمت میں رہکر آپ کی حین حیات میں مر گئی۔ انکے علاوہ دو اور لونڈیاں تھیں اور وہ جن کو ام المومنین بی بی زینب بنت جحش نے پیغمبرؐ صاحب کی خدمت میں دے دیا تھا اور ایک وہ جو کسی جہاد میں قید ہو کر آئی تھی چوں کہ ان دونوں عورتوں کے حالات ہمیں دستیاب نہیں ہوئے۔ اسلیئے ہم نے ان کو لیا بھی نہیں۔ ماریہ قبطیہ اور ریحانہ کے متعلق جو کچھ تحقیق ہوا ہے بطریق اجمال نذر ناظرین کیا جاتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

فرمان والاشان جناب رسول مقبول صلعم بنام سلطان مقوقش

محمد رسول الله

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خدا کے بندے اور اسکے رسول محمد کی جانب سے

اِلَی الْمُقَوْقِسِ عَظِیْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

مقوقس بادشاہ قبط کی سلام ہو اوپر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَۃِ الْاِسْلَامِ

امابعد پس میں تجھ کو دعوت اسلام دیتا ہوں۔

اَسْلِمْ تَسْلَمْ یُؤْتِکَ اللّٰہُ اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ

اسلام لے سلامت رہے گا اور خدا تعالیٰ تجھے دوسرا ثواب دے گا

فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلَیْکَ مَا یَنْجَعُ الْقِبْطِ یَا اَھْلَ

اور اگر اسلام نہ لایا تو تیرے اوپر تمام قبط کو درد پہونچانے والی مصیبت ہوگی

الکتاب تعالوا الی کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم

اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہم تم میں برابر مشترک ہے۔

الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ

وہ یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں اور اسکے ساتھ کسیکو شریک نہ کریں اور آپس میں

بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

ایک دوسرے کو خدا اور رب نہ بنائیں سوائے خدا کے ۔

فان تولوا فقولوا اشھدوا

پس اگر (اہل کتاب) نہ مانیں تو کہدو کہ اے کتاب گواہ

بانا مسلمون

رہو ہم مسلمان ہیں

*

جس میں بعض اسلام سے پیشتر کی خاتونیں ہیں اور کچھ اسلام کے بعد کی
حسب ذیل خاتونوں کے حالات درج ہیں جو آپ کی نظر سے نہیں گزرے

۱- تمہید عورت ہی کشش دنیا میں النساکی لائی ہے ۲ دہیبا کاہنہ	۳ آل عثمان میں پہلی سلطانہ مسیحیہ تھیوڈورا - ۴ قیصر تھیوڈورا	۵ بوادیقیا قاطس مانڈوا ۶- عائشہ زوجہ عبداللہ بن ابی بکر صدیق	۷ عتبہ ۸ عُمارہ ۹ رمزنہ ۱۰ لطیفہ حسامنیر	۱۱- ثبنیہ ۱۲- ام جعفر ۱۳ حرقہ بنت نعمان	۱۴- ست الملک ملکہ مصر ۱۵ خولہ بنت الاذور

محذرات تیموریہ حصہ اوّل

جس میں چند نامور و ممتاز خاندان تیموریہ وغیرہ کے مفصل و مشرح حالات زندگی درج کیے گئے ہیں
جن میں چند رانیاں اور زیادہ تر شہزادیاں ہیں حسب ذیل خواتین کے حالات درج ہیں قیمت مجلد عہ

انغہ الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم - فخر النسا بیگم ارجیبی یا عظمت النسا بیگم - آسائش بانو بیگم آغا بیگی	دختر سلطان یزدانی و بیگم امیر تیمور بیگم امیر تیمور دختر محمد مراد بخش دختر میرزا میراں شاہ	آرزم بانو آرام جان بیگم ارجمند بانو امتہ الحبیب ابرہم بائی اکبر آبادی یا اعزاز النسا	دختر سعادت خاں بیگم جہانگیر شاہ بیگم محمد شاہ بیگم محمد معظم شاہ بیگم محمد کمشاہ بیگم محمد شاہ جہاں	اورنگ آبادی محل آئی بیگم بخت النسا بیگم بہار بانو بیگم بائی اودی پوری بای بھوٹ دی	عالمگیر کی چہیتی بیگم ہمشیرہ نجابت خاں دختر ہمایوں دختر جہانگیر دختر راجہ اودے پور دختر زہرہ گتور	بچمنی بیگم بیگم سلطان بی بی بائی الادو لکب ستمر دی بیگم دختر سلطان بلند اختر	ابن شاہجہاں دختر ابراہیم عادل شاہ بیگم سلیم شاہ بیگم تاج خاں دختر لطف علی خاں

محذرات تیموریہ حصہ دوم

رضیہ سلطانہ بدر النسا بیگم جاناں بیگم جانی بیگم رانی جودھ بائی حمیدہ بانو بیگم حاجی بیگم خانہ زاد بیگم	دختر شمس الدین دختر اورنگ زیب دختر وزیر الملک بیگم شاہزادہ دختر اودے سنگھ بیگم محمد ہمایوں بیگم ثانی ہمشیر محمد بابر شاہ	شہزادہ خانم دلپذیر بانو بی بی دودو دارس بانو بیگم روشن آرا بیگم روپ متی رحمت بانو رضیۃ النسا	دختر محمد اکبر شاہ دختر شاہ شجاع بیگم لوہانی دختر شاہ نواز دختر شاہجہاں مالوہ کی رئیس زادی بیگم محمد معظم دختر محمد اکبر	زیب النساء زینت النساء زبدۃ النساء سلطان بیگم سلیمہ سلطان سلیمہ بانو بیگم جمیلہ خاتون موتی بیگم	دختر اورنگ زیب " " ہمشیر شاہ طہماسپ والیٔ ایران بھانجی محمد ہمایوں دختر سلیمان شکوہ بیگم محمد مرزا	بیگم محمد اکبر اشرف النسا بادشاہ بیگم نواب قدسیہ ثریا بانو بیگم جہاں آرا رانی پاربتی رانی تارابائی	نلسی بائی بیگم بہادر شاہ دختر اورنگ زیب دختر شاہجہاں " رانی راجہ جھجار سنگھ رانی رام رجھ رئیسہ قوم مرہٹہ

سید ظہور الحسن - قومی پریس دھلی - کٹرہ نظام الملک زیر جامع مسجد دھلی -